قرآن کریم اور سنّت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بینات

جلد: ۸۹ شمارہ: ۷

رجب المرجب: ۱۴۴۷ھ - جنوری: ۲۰۲۶ء

قیمت فی شمارہ: ۷۰ روپے، زرِ سالانہ: ۸۰۰ روپے

مُدیر/ مُدیرمَسئُول

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

نائب مُدیر

مولانا سیّد احمد یوسف بنوری

مُدیرمُعاوِن

مولانا محمّد اعجاز مصطفیٰ

خط وکتابت اور ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ ''بینات''، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن

کراچی، پوسٹ کوڈ: 74800 پوسٹ بکس نمبر: 3465

فون دفتر ''بینات'': 021-34927233

بیرونِ ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

یورپ اور امریکی ممالک، وغیرہ: 50 امریکی ڈالر

عرب اور ایشیائی ممالک، وغیرہ: 40 امریکی ڈالر

اکاؤنٹ نمبر

اکاؤنٹ نمبر: 0101900-397-7 برانچ کوڈ: 00816

مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

وضاحت

ماہنامہ ''بینات'' میں اشتہارات کی اشاعت کا مقصد تصدیق اور سفارش نہیں ہے۔ ادارہ معاملات کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

فون: 34913570 - 34123366 - 34121152 **Ext.** 146 - 147

فیکس: 92-21-34919531 +

Web: www.banuri.edu.pk ***Email***: bayyinat@banuri.edu.pk

ناشر: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری **مطبع:** شفق پرنٹنگ پریس **طابع:** حافظ ثناء اللہ واحدی

فہرستِ مضامین

بصائر وعبر

اسلامی ملک میں غیر اسلامی قانون سازی اور فیصلے ایک لمحۂ فکریہ!	۳	محمد اعجاز مصطفیٰ

مقالات ومضامین

مکاتیبِ شیخ محمد نُمَّانی رحمۃ اللہ علیہ بنام حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ	۸	ترجمہ: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری
ستائیسویں آئینی ترمیم!	۱۳	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہٗ
اعلامیہ: ’’مجلس اتحادِ امت پاکستان‘‘	۱۷	ادارہ
علومِ انوری کا گنجینہ ’’الإتحاف لمذهب الأحناف‘‘ (قسط:۱)	۲۴	مولانا محمد یاسر عبداللہ
سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے تفسیری اقوال سے استفادہ کا منہج	۳۵	مولانا ڈاکٹر فہد انوار
طلبہ کے حقوق: احادیثِ نبویہ اور اسلاف کے فرمودات	۴۲	مولانا عصمت اللہ نظامانی
دعوت میں حکمت وبصیرت ... قرآن کریم کا اسلوب	۵۰	مولانا محمد راشد شفیع
حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت اُمِ سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا	۵۴	مفتی محمد سلمان قاسمی

یادِ رفتگان

حضرت مولانا عبدالرحیم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ	۵۹	محمد اعجاز مصطفیٰ
’’حنیفؒ‘‘ ’’گوہر: (نظم برائے مفتی محمد حنیف عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ)	۶۰	مولوی محمد ہانی رفیق

دار الافتاء

سونے چاندی کی ڈیجیٹل ایپلیکیشن اور ڈیجیٹل پریڈکشن کا کاروبار	۶۱	ادارہ

نقد ونظر

آثار السنن مع التعليق الحسن وتعليق التعليق	۶۳	ادارہ

اسلامی ملک میں غیر اسلامی قانون سازی اور فیصلے

ایک لمحۂ فکریہ!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وسلامٌ علٰی عباده الذین اصطفٰی!

اہالیانِ پاکستان پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں ورحمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ورحمت خود مملکتِ خداداد اِسلامی جمہوریہ پاکستان بھی ہے۔ ہمارے اَسلاف واَکابر نے بڑی قربانیوں کے بعد اللہ تعالیٰ سے اس عہد و پیمان کے ساتھ یہ ملک حاصل کیا تھا کہ اس میں قرآن وسنت کی تعلیمات صحیح معنی میں نافذ کریں گے۔ اس ملک کی بنیاد ہی ’’پاکستان کا مطلب کیا؟ ’’لا إلٰه إلا الله‘‘ کے نعرے پر رکھی گئی، جو کلمۂ توحید پر مشتمل اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور آسمانی کتابوں کی تعلیمات کی اَساس اور اَصل الاصول ہے۔ اَکابر نے اس عہد و پیمان کو نباہتے ہوئے وطنِ عزیز کے آئین کے تمہیدی اور نا قابلِ تبدیل حصے میں ہی اس نوعیت کی دفعات طے کردیں کہ حاکمیتِ اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے، اسلامی جمہوریہ پاکستان میں حکومت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ امانت تصور کی جائے گی، اور حکومت کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ قرآن وسنت کی روشنی میں ہی قانون سازی کرے، یہاں کوئی قانون قرآن وسنت کی تعلیمات کے خلاف منظور نہیں کیا جائے گا، اگر پہلے سے کوئی قانون اسلامی تعلیمات کے خلاف جاری ہو، اُسے بھی جلد ترمیم کر کے قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق کیا جائے گا۔

خالقِ کائنات سے کیے اس عہد و پیمان کا تقاضا ہے کہ یہاں انفرادی اور اجتماعی سطح پر اللہ تعالیٰ کے اَحکام کا نفاذ ہو، قرآن وسنت سے متصادم کوئی قانون منظور نہ کیا جائے۔ اسمبلی کا کوئی ممبر نادانی میں ایسی سفارش پیش بھی کردے جو قرآن وسنت کی تعلیمات کے خلاف ہو یا ان تعلیمات سے ہم آہنگ نہ ہو تو جمہور اور اکثریت کی ذمہ داری ہے کہ اُسے خدا سے کیا گیا عہد یاد دلائیں اور ’’تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی‘‘ اور ’’تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ‘‘ کے خداوندی اَحکام پر عمل کریں، لیکن اَفسوس کہ ہمارے پیارے ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان میں غیر اسلامی قانون سازی کی جارہی ہے، جس کے ممکنہ تلخ اور مضر اثرات حالیہ اور آئندہ مسلمان نسل کو جھیلنے پڑ سکتے ہیں، جس طرح کہ اس سے پہلے بعض ایسے قوانین و آرڈیننس جاری کیے گئے جن کا خمیازہ ایک عرصہ سے اسلامیانِ وطن مختلف عدالتوں میں بھگت رہے ہیں۔ ایک تازہ عدالتی فیصلے سے اس کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے، جس میں ایک شہری نے اپنی بیوی کو تین طلاقوں پر مشتمل نوٹس دے دیا اور ایک کاپی یونین کونسل کو بھی بھجوادی۔ بعدازاں عدت کے دوران گن پوائنٹ پر اس سے زبردستی تعلق قائم کیا، خاتون نے اس وقوعے میں ریپ کی ایف آئی آر درج کروادی کہ تین طلاق دینے کے بعد وہ شخص اس کا شوہر نہیں رہا، لہٰذا اس کے لیے میرے ساتھ زبردستی تعلق قائم کرنا ناجائز تھا۔ جب کہ طلاق دینے والے شخص نے اس بنیاد پر اسے چیلنج کردیا کہ اگرچہ اس نے تین طلاقیں دی تھیں، لیکن اس نے طلاق کے قانونی طور پر مؤثر ہونے کے ۹۰ دن کے عرصے سے پہلے ہی طلاق سے رجوع کرلیا تھا اور اس رجوع نامے کی اطلاع باقاعدہ یونین کونسل کو بھی کردی تھی، لہٰذا یہ خاتون ابھی تک میری بیوی ہے۔ عدالت نے فریقین کو سننے کے بعد فیصلہ اس شخص کے حق میں دیتے ہوئے ایف آئی آر خارج کردی اور مسلم فیملی لاز آرڈیننس، ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۷ (۱) اور اس کی ماضی میں کی گئی متعدد عدالتی تشریحات کی روشنی میں یہ قرار دیا کہ مسلمان مرد طلاق (کی کوئی بھی صورت) دینے کے بعد ۹۰ دن مکمل ہونے سے قبل بیوی سے رجوع کرسکتا ہے۔

یہاں اس بحث کی تو گنجائش ہے کہ شوہر اگر ایک جملے میں تین طلاق دینے کے بعد عدت کے دوران اس شبہے کی بنیاد پر مطلقہ سے تعلق قائم کرتا ہے کہ وہ اس کے لیے حلال ہے تو اسے زنا قرار دے کر زنا کی سزا نہیں دی جائے گی، لیکن شرعی حکم اس بارے میں واضح ہے کہ تین طلاقیں دینے کے بعد شوہر کو رجوع کا حق نہیں رہتا، نہ تو عدت کے دوران اور نہ ہی عدت گزرنے کے بعد۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک یا دو رجعی طلاق دینے کے بعد عدت کے دوران (جو ۹۰ دن سے زیادہ یا کم ہوسکتی ہے) شوہر کو رجوع کا حق ہوتا ہے، جب کہ تین طلاقیں اگر مختلف مجالس میں دی جائیں تو جمہور اہلِ سنت بشمول اہلِ حدیث حضرات کے

ہاں بھی تین طلاقیں ہوتی ہیں اور ان کے بعد کسی صورت رجوع کا حق نہیں ہوتا، اور اگر تین طلاقیں ایک ساتھ دی جائیں تو امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ سمیت جمہور اُمت کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں، اور رجوع کا حق نہیں ہوتا۔ بعض اہلِ علم کے ہاں ایک ساتھ دی گئی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی ہیں، اس لیے ان کے ہاں عدت کے دوران رجوع کا حق ہوتا ہے، گویا ان کے ہاں بھی اس مسئلے میں رجوع کے جواز کا مدار طلاق کے ایک ہونے پر ہے، اگر ان حضرات کی رائے کے مطابق بھی تین طلاقیں ہوجائیں تو شوہر کو رجوع کا حق نہیں ہوگا۔

مذکورہ فیصلے میں شوہر معترف ہے کہ اس نے تین طلاقیں دی ہیں، لیکن ان طلاقوں کے قانونی طور پر مؤثر ہونے سے پہلے اس نے تعلق قائم کیا ہے، اور فیصلے کی بنیاد بظاہر اسی پر رکھی گئی ہے، جب کہ طلاق دینے کے بعد شرعًا وہ فوری طور پر واقع ہوجاتی ہے، ایک یا دو طلاق میں رجوع جائز ہونے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ۹۰ دن تک طلاق مؤثر نہیں ہے، یا رجوع کرنے سے وہ کالعدم ہوجائے گی، اور علی اختلاف الرائے تین طلاقیں واقع ہوجائیں تو بالاتفاق وہ بھی فوری طور پر واقع ہوتی ہیں، موقوف نہیں رہتیں، خصوصًا ہمارے ملک کی غالب اکثریت فقہ حنفی کو مانتی اور اسی پر عمل پیرا ہے، جس کے مطابق تین طلاقیں دینے کے فورًا بعد بیوی مرد پر حرام ہوجاتی ہے۔ لیکن مذکورہ بالا ۱۹۶۱ء کا آرڈیننس کہتا ہے کہ چاہے جتنی طلاقیں دی ہوں، ۹۰ دن مکمل ہونے سے قبل بالکل رجوع ہوسکتا ہے، ملحوظ رہے کہ اس قانون کو وفاقی شرعی عدالت غیر شرعی قرار دے چکی ہے۔

حالیہ دنوں میں پارلیمنٹ کے ارکانِ اسمبلی نے ۲۷ ویں آئینی ترمیم کے تحت جہاں دیگر پہلوؤں سے قانون سازی کی ہے، وہیں اقلیتی کمیشن کو بااختیار بنانے کی غرض سے کئی دفعات شامل کی گئیں، ان میں ایک شق اور دفعہ یہ بھی شامل کی گئی تھی کہ:

''اس ایکٹ کی دفعات کو دیگر تمام موجودہ قوانین پر فوقیت حاصل ہوگی، چاہے کہیں بھی کوئی متضاد قانون موجود ہو۔''

یعنی اگر کمیشن کوئی فیصلہ، سفارش یا رپورٹ جاری کرتا ہے تو وہ فیصلہ پاکستان کے کسی بھی موجودہ قانون پر حاوی ہوگا۔ اس لیے شکوک اور شبہات پیدا ہوئے؛ کیوں کہ پاکستان کے حساس مذہبی قوانین، خصوصاً آئین کی دفعات ۲۶۰ وغیرہ قادیانی قوانین (Ordinance1984)، مذہبی شناخت اور مذہبی آزادی سے متعلق قوانین، توہینِ مذہب اور مذہبی تحفظ کی دفعات، یہ سب اپنے مخصوص پس منظر، حساسیت اور آئینی حیثیت رکھتے ہیں۔ تشویش یہ تھی کہ اگر کمیشن میں مستقبل میں کوئی ایسا رکن آجائے جو بے دین

ذہن رکھتا ہو یا جس کی مذہبی حساسیت کمزور ہو، تو وہ کسی ایسے معاملے میں ''حقوقِ اقلیت'' کے نام پر ایسی سفارش یا رپورٹ جاری کرسکتا ہے جو مذکورہ قوانین کی تشریح یا روح پر اثر انداز ہو، اور چوں کہ شق ۳۵ ' اِس کمیشن کو دیگر قوانین پر فوقیت دیتی تھی، اس لیے اس بات کا خطرہ موجود تھا کہ آئین کی مذہبی دفعات یا حساس قوانین کمزور پڑ جائیں یا ان کی قانونی حیثیت متنازع ہو جائے۔

یہ ایک ایسی بات تھی جس پر مذہبی طبقات، آئینی ماہرین اور متعدد سیاسی حلقے اپنی اپنی جگہ فکرمند تھے۔ مشترکہ اجلاس میں جب بل سامنے آیا تو قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ نے شق ۳۵ کی حساسیت پر پورے ایوان کو بریف کیا اور حکومت کو آگاہ کیا کہ اس شق کی موجودگی مستقبل میں بہت بڑے قانونی اور نظریاتی بحران کا سبب بن سکتی ہے، انہوں نے مثالوں اور آئینی نکات کے ساتھ بتایا کہ یہ شق پاکستان کے مذہبی قوانین کو براہِ راست متاثر کرسکتی ہے۔ پی ٹی آئی کے ارکان نے بھی مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ کے مؤقف کی تائید کی، پیپلز پارٹی کے رہنما عبدالقادر پٹیل نے بھی مکمل اتفاق کیا، یوں حکومت نے بھی اس سے اتفاق کرتے ہوئے شق ۳۵ کو بل سے خارج کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس لیے جمعیت علماء اسلام اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو پوری پاکستانی قوم کی جانب سے خراجِ تحسین پیش کرنا ضروری ہے کہ انہوں نے وہ نکتہ اُٹھایا جو عام لوگوں سے لے کر اکثر سیاست دانوں تک کی سمجھ سے اوجھل تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین!

ہم پاکستانی قوم سے بھی اپیل کریں گے کہ انتخابات کے دنوں میں آپ علمائے کرام اور دینی ذہن رکھنے والے اراکین کو منتخب کر کے پارلیمنٹ میں بھیجیں، تاکہ قرآن وسنت اور اسلامی شریعت کے خلاف کوئی قانون سازی نہ ہو۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے اسپیکر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے درست بات فرمائی کہ:

''ہم کیوں ایسے قانون کی طرف جا رہے ہیں جس کا فائدہ کل کو غلط ہاتھوں میں جا سکتا ہے؟ ایسا راستہ کیوں کھولیں جس سے وہ طبقہ فائدہ اُٹھائے جو ہمیشہ اپنے مفاد کے لیے راستے تلاش کرتا ہے؟ آپ کو یہ بھی یاد ہوگا کہ ۱۹۷۴ء میں جب قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، تب بھی انہوں نے اپنی مخصوص نشستیں پنجاب اسمبلی میں پُر کر دیں، مگر بعد میں ان کی جماعت نے یہ کہہ کر لاتعلقی ظاہر کر دی کہ ان کا یہ انفرادی عمل تھا اور ہم اسے تسلیم نہیں کرتے۔ یہی ان کی چالاکی ہے، فائدہ اٹھائیں گے بھی اور بعد میں اس سے انکار بھی کر دیں گے، لہٰذا اگر آج بھی ہم نے کوئی ایسی گنجائش دے دی تو کل یہی کہا جائے گا کہ: ''ہم تو خود کو مسلمان سمجھتے ہیں، ہم اس آئینی فیصلے کو مانتے ہی نہیں۔'' جنابِ اسپیکر! پاکستان مزید ایسے

تنازعات کا متحمل نہیں ہوسکتا، یہ دوبارہ ایک خطرناک پٹارہ کھولنے کے مترادف ہے۔''

اسی طرح پارلیمنٹ نے یہ بھی قانون سازی کررکھی ہے کہ اٹھارہ سال سے پہلے کسی بچے یا بچی کا نکاح نہیں ہوسکے گا، اگر کوئی نکاح کرے گا تو اس کو جنسی زیادتی سمجھا جائے گا اور اس کو زنا بالجبر کی سزا دی جائے گی اور اگر اس نکاح کے نتیجے میں بچہ پیدا ہوگیا تو وہ ثابت النسب کہلائے گا اور اس کو جائز بچہ کہا جائے گا۔ یہ سب کچھ دینِ اسلام اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ ٹرانس جینڈر کے بارے میں قانون سازی کو بھی اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت اسلام اور شریعت کے خلاف قرار دے کر مسترد کرچکی ہیں۔ حکومت ہے کہ یہ قوانین پارلیمنٹ سے منظور کراتی جارہی ہے اور ساتھ ہی کہا جاتا ہے کہ ان قوانین کو پاس کرنا اقوامِ متحدہ کے منشور اور ان کے مطالبات کا تقاضا ہے۔

پاکستانی قوم، اربابِ حکومت اور اراکینِ پارلیمان سے یہ پوچھنے کا بجا طور پر حق رکھتی ہے کہ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین اور دستور کا حلف نہیں اٹھایا جس میں لکھا ہے کہ آپ قرآن اور سنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں کرسکتے؟! ذرا سوچیں تو سہی کہ ملک ہے اسلامی جمہوریہ پاکستان، عدالتی فیصلے اور قانون سازی ہورہی ہے اسلام اور قرآن وسنت کے خلاف!!! یاللعجب! ان حالات میں ہم اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق نہیں ٹھہریں گے تو کیا ہوگا؟! قرآنِ کریم، حدیث اور تاریخ ہمیں بتاتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے بھی اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ شریعت کے اَحکام اپنے زیرِ اَثر علاقوں میں نافذ کریں گے، لیکن وہ اپنے قول وقرار سے پیچھے ہٹ گئے، اور مختلف حیلے بہانے تراشنے لگے، نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مختلف عذابوں میں پکڑ کر ذلت اور عبرت کا نشان بنادیا، بلکہ ہمیشہ کے لیے انہیں اپنے غضب کا مستحق ٹھہرادیا؛ فاعتبروا یاأولی الأبصار!

انہی نوعیت کے امور کو سامنے رکھتے ہوئے تمام مسالک کی مختلف دینی، مذہبی، سیاسی اور اتحاد تنظیماتِ مدارسِ دینیہ پر مشتمل جماعتوں اور تنظیموں نے مجلس اتحادِ امت پاکستان کے پلیٹ فارم کے تحت کراچی میں ایک مشترکہ کانفرنس بلائی، جس کے آخر میں ایک متفقہ اعلامیہ جاری کیا گیا، افادۂ عام کی غرض سے ماہنامہ بینات کے اسی شمارہ میں شاملِ اشاعت کیا گیا ہے۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ سیّدنا محمّد وعلی آلہٖ وصحبہٖ أجمعین!

سلسلۂ مکاتیب حضرت بنوریؒ

مکاتیبِ شیخ محمد نمنکانی رحمۃ اللہ علیہ

بنام حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ

انتخاب وترجمہ: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ محمد نمنکانی رحمۃ اللہ علیہ بنام حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ

۲۶/۵/۱۳۷۹ھ

جناب حضرت استاذِ جلیل، محترم سید محمد یوسف بنوری!

پاکیزہ ومبارک سلام قبول کیجیے۔

بعد سلام، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آں محترم مع اہلِ خانہ واولادِ کرام صحت وخوش حالی کے ساتھ ہوں گے۔ آپ نے ہمارے بارے میں دریافت فرمایا ہے، الحمدللہ مصر اور سوریا کی فضاؤں میں تین ماہ کے دورہ کے بعد ہم مدینہ منورہ پہنچ گئے ہیں۔ دورانِ سفر ہم نے سیوطیؒ کی ''تدريب الراوي''، کتاب ''الإذاعة لما كان و يكون بين يدي الساعة''، رسالہ ''السياسة الشرعية'' ابن تیمیہؒ اور انہی کی ''الصارم المسلول'' بھی شائع کردی ہیں۔ میں نے شیخ عنایت اللہ منتظم تاج کمپنی پریس سے مطالبہ کیا ہے کہ آپ کو ۲۰۰ روپے سپرد کریں، اور آنجناب محمد طاسین صاحب کی ''مجلسِ علمی'' کی کتاب ''نصب الراية'' جو گزشتہ برس ارسال کی گئی تھی، اس کی قیمت ادا کریں گے، ایک نسخہ کی قیمت ان کے پاس ہے۔ قاری عبداللہ جان بخاری مدینہ منورہ میں ہیں، لیکن ان کی گزشتہ سال کی مطلوبہ کتابیں ہمارے پاس تھیں، کسی نے وصول نہیں کیں تو ہم نے صرف کردیں۔ اگر بحری ڈاک کے ذریعے ممکن ہو تو ہمیں بھی کتاب ''نصب الراية'' درکار ہے، یہ بھیج دی جائے۔

ضروری اُمور مکمل ہوئے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہیے، آپ کے قریب موجود اعزہ کو میرا سلام اور میرے گھر والوں کی جانب سے اپنے معزز اہلِ خانہ کو سلام پہنچایئے، اور آخر میں میری جانب سے بھی مخلصانہ سلام قبول کیجیے۔

---

۱۲ ر جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۸۰ھ

جنابِ صاحبِ فضیلت، مکرّم سید محمد بنوری، اللہ تعالیٰ آپ کی حیاتِ طیّبہ سے ہمیں مستفید فرمائے!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد سلام، اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ آنجناب مع اہلِ خانہ دائمی عافیت وصحت کے ساتھ ہوں گے۔ آپ کا مُحب بھی بخیریت ہے۔

ماہِ صفر میں مجھے ایک چیک موصول ہوا تھا، اور میں اپنے ہاں دستیاب کتابیں ایک صندوق میں پیک کر کے جدہ میں اپنے ایجنٹ کو بھیج چکا تھا، اور ان سے تقاضا کیا تھا کہ کسی تیز رفتار تجارتی کمپنی کے ذریعے بھیج دے، پھر ایجنٹ پر بھروسہ کرتے ہوئے میں سوریا اور مصر کے سفر پر روانہ ہوگیا، مدینہ منورہ واپسی پر علم ہوا کہ کتابیں ابھی جدہ میں ہی رکھی ہیں۔ ایجنٹ بذاتِ خود مدینہ آیا اور مجھ سے ذکر کیا کہ اس نے کتابوں کا وہ صندوق بھیجنے کی کوشش کی تھی، لیکن بحری کمپنی مالکان نے یہ وجہ بتاتے ہوئے وصول کرنے سے انکار کردیا کہ محض ایک صندوق کے معاملے میں بسا اوقات بے توجہی ہوجاتی ہے؛ کیونکہ تجارتی بحری جہاز متعدد ساحلوں پر لنگر انداز ہوکر سامان اُتارتا ہے، ایک صندوق کی گمشدگی کا اندیشہ ہوتا ہے، اور پھر جرمانہ اور ذمہ داری کمپنی کو اُٹھانا پڑتی ہے۔ ایجنٹ کا کہنا تھا کہ میں یہ صندوق مدینہ بھیج دوں گا، پھر آپ بحری ڈاک کے ذریعے متفرق طور پر یہ کتابیں بھیجیں۔ اب اگر آپ کو اتفاق ہو تو موسمِ حج تک اس کام کو مؤخر کردیں، وہ صندوق جدہ میں ہی رہے، یا پھر اسے مدینہ منگوالیں اور بحری ڈاک کے ذریعے متفرق طور پر بھیج دیں؟!

تاج کمپنی سے ہم نے تقاضا کیا تھا کہ آنجناب کو چار سو روپے پاکستانی کے لگ بھگ رقم سپرد کردیں، انہوں نے بتایا کہ رقم پہنچ گئی ہے۔ مولانا مفتی محمود صاحب (ملتان) کی طرف بھی ۱۱۱۴ سعودی ریال ہیں، یہ ان کتابوں کی قیمت ہے جو انہوں نے بنفسِ نفیس ہم سے لی تھیں، اور اس رقم کی ادائیگی میں تاخیر ہوگئی ہے۔ استاذ محمد طاسین (مدیرِ مجلسِ علمی) نے ہم سے کچھ کتابیں طلب کی تھیں، وہ کتابیں ہم مفتی صاحب کے ساتھ بھیج چکے ہیں، انہوں نے ہمیں لکھا ہے کہ ارسال کردہ کتب میں درج ذیل کتابیں بھی آئی ہیں:

کتاب الأعلام ۱٤۰ ریال　　　ابن حزم ۹ ریال

تاریخ القضاة ٤٠ ریال (شرح) القسطلّاني على (صحيح) البخاري ٣٠٠ ریال
تفسیرِ طنطاوی ١٥٠ ریال کشف الخفا ٢٥ ریال
المحرّر في الفقه ١٥ ریال

ان کتابوں کی قیمتیں ''مکتبة المثنّٰی'' (بغداد) کی قیمتوں کی بنسبت زیادہ ہیں، جبکہ موصوف کمی کا مطالبہ کررہے ہیں۔ فی الحال یہ کتابیں ہمارے ہاں کمیاب ہیں، وہ ان کتابوں کو لوٹا دیں، اور آپ انہیں اپنے پاس محفوظ کرلیجیے، (اگرچہ) یہ آنجناب کے لیے باعثِ تکلیف ہوگا! ''نصب الراية'' اور مجلس کی دیگر کتابوں کی قیمت (مولانا طاسین صاحب) کے سپرد کردیجیے۔ ''نصب الراية'' کا ایک نسخہ بنام قاری عبدالقادر جان تھا، وہ ان کے ہاں رہ گیا ہے۔ بقیہ حساب کی تفصیل بھیج دیجیے، سیدی! آپ کا بے حد شکریہ!

امسال ہم نے حافظ ابن حجرؒ کی ''تقریب التهذيب''، مقدسی کی ''فضائل الأعمال'' اور ابن تیمیہؒ کے رسائل میں سے ''تسلية أهل المصائب'' وغیرہ کی طباعت شروع کی ہے۔ موسمِ حج تک کتابیں پہنچ جائیں گی، ان شاء اللہ! بڑی کتابیں شعبان تک ہمیں موصول ہوں گی، آپ کی مطلوبہ کتابیں محفوظ رکھ لوں گا۔

یہ تو ضروری امور ہوئے۔ آپ کے ہاں موجود اعزہ کو مخلصانہ سلام، ہمارے گھر والوں کی جانب سے آپ کے اہلِ خانہ کو سلام۔ مولانا احمد اور فضل اللہ بھی آپ کو ہدیہ سلام پیش کررہے ہیں۔

آپ کا مُحب
محمد نمنگانی

پس نوشت: بڑی کتابیں فی الحال نادر ہیں، مثلاً: (شرح) العيني على (صحيح) البخاري، تفسير روح المعاني، (تفسير روح) البيان، (تفسير) القرطبي، المجموع شرح المهذّب، قسطلّاني بخاري (إرشاد الساري)، شامي (ردّ المحتار)، البحر (الرائق)، بدائع (الصنائع)، المغني (فقه حنبلی)، (شرح) الزرقاني على (مختصر) الخليل (فقه مالکی).

۲۵؍جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

جنابِ صاحبِ فضیلت، مولانا سید محمد یوسف بنوری، اللہ تعالیٰ آپ کی حیاتِ طیبہ میں برکت عطا فرمائے!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد سلام، اُمید ہے کہ آپ کامل صحت وعافیت اور دائمی توفیق کے ساتھ ہوں گے، آپ کا مُحب بھی بخیر وعافیت ہے، الحمد للہ! میں چار ماہ سے شام ومصر کے سفر پر تھا، اپنے محبوب وطن طیبة الطيّبة میں سلامتی کے ساتھ

لوٹ آیا، والحمدللہ علیٰ ذلك!

کتاب ''تقریب التهذیب'' کی طباعت دوجلدوں میں مکمل ہوگئی۔ بُرَیدہ (سعودی عرب) کے بعض دوستوں نے مجھ سے مختصر کتاب ''التبصرة ابن الجوزيؒ'' کو چھاپنے کا مطالبہ کیا ہے، اور ہم یہ کام شروع کرچکے ہیں۔ نیز آنجناب کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ (مولانا عبدالرحمٰن) مبارک پوری ہندی کی کتاب شرح جامع الترمذی موسوم ''تحفة الأحوذي'' کی دوبارہ طباعت کے لیے مکہ ومدینہ کے علماء کی ایک کمیٹی بن چکی ہے، اور انہوں نے میرے ذمہ لگایا کہ یہ کام میں کروں، اور کتاب کی طباعت کی نگرانی کروں، ہم یہ اعلان کرنے والے ہیں کہ کون مع مقدمہ دس جلدوں میں کتاب کا مکمل نسخہ عمدہ کاغذ کے ساتھ اسی ریال یا اس کے مساوی رقم میں حاصل کرنا چاہتا ہے؟! آنجناب سے پوشیدہ نہ ہوگا کہ صاحب ''التحفة'' نے اپنی اس شرح میں حنفیہ اور ان کی تالیفات پر بہت جگہوں میں اعتراضات کیے ہیں، مثلاً: وہ یوں لکھتے ہیں:

''تنبیه: قال صاحب العرف الشذي كذا... قلتُ: كذا... وقال صاحب بذل المجهود:... قلتُ: كذا... تنبيه: قال صاحب الطيب الشذي:... وقال النيموي:... قلتُ: كذا ...''

میرا گمان ہے کہ ان کے کلام کے جواب کے سلسلے میں آپ کے پاس کافی مواد جمع ہوا ہوگا، جب آپ ''جامع الترمذي'' کی شرح لکھ رہے تھے، امید ہے کہ آپ ان کے کلام کے جوابات ارسال فرمائیں گے؛ تاکہ موصوف نے ''التحفة'' میں صاحب ''العرف الشذي'' پر جہاں (نقد وغیرہ) ذکر کیا ہے، اس کے تحت ہم (آپ کا کلام) درج کردیں۔

یہ ضروری اُمور ہوئے۔ قریبی ممکن وقت میں آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔ والسلام!

شیخ عنایت اللہ (مالکِ تاج کمپنی) سے میں نے تقاضا کیا تھا کہ آپ کو ۴۰۰ روپے سپرد کریں؛ تاکہ ان کے گزشتہ برس ارسال کردہ مصاحف کی قیمت بھیجوں؛ اس لیے کہ ان میں سے بعض مصحف ہمارے مطلوبہ نہیں، اس بنا پر مصاحف کی وصولی سے اب تک ہم انہیں فروخت نہیں کرپائے، اب ہم وہ غیر مطلوب مصحف یا تو رقم کے بدلے بھیج سکتے ہیں، یا پھر ان کو فروخت کرکے اسی وقت ان کی قیمت بذریعہ بینک بھیج دیں گے۔

ضروری اُمور کے بعد آپ کے تمام اعزہ کو میرا سلام، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہمارے ہاں بیٹا احمد اور فضل اللہ بھی آپ کو ہدیۂ سلام پیش کررہے ہیں۔

آپ کا مُحب

محمد نَمَنکانی

جناب مکرّم، استاذِ جلیل، محترم سید محمد یوسف بنوری!

پاکیزہ وبابرکت سلام قبول کیجیے!

بعد سلام، اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ آنجناب کامل صحت وعافیت کے ساتھ ہوں گے، آپ کا مُحب بھی بخیریت ہے، اور آپ کی دائمی توفیق اور تمام کاموں میں کامیابی کے لیے دعا گو ہے۔

آپ کا آخری والا نامہ موصول ہوا، آپ کی صحتِ عالیہ پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں، تمام لکھے گئے امور علم میں آئے۔ استاذ محامد اللہ کے لیے کفالت کے متعلق ہم لکھ چکے ہیں، امید ہے کہ آپ تک پہنچ گیا ہوگا۔ نیز تمام تر حساب کتاب خواہ ہمارے ذمہ ہو یا آپ کے ذمہ ہو، شاید آپ کے پاس لکھا ہوا ہوگا، میرے پاس جو ضبط شدہ ہے وہ میں لکھ دوں گا، امید ہے کہ آنجناب اپنے حساب کو ضبط کرلیں گے؛ اس لیے ضعف اور مشاغل کی کثرت کی بنا پر مجھ پر نسیان کا غلبہ ہوگیا ہے، اب ہمارا اور آپ کا حساب آپ کے ذمہ ہی ہے۔

اساتذۂ جامعہ اور اپنے اعزہ کو میرا سلام کہیے، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حفظ وامان میں رہیے، باقی باتیں ملاقات پر!

آپ کا مُحب

محمد نَمَنگانی

پس نوشت: براہِ کرم شیخ عنایت اللہ منتظمِ تاج کمپنی نے آپ کو جو رقم سپرد کی تھی، وہ انہی کو دے دیجیے؛ کیونکہ ان کے جو بقیہ مصاحف ہمارے پاس تھے، ہم نے فروخت کردیے ہیں، (انہیں) یاد دلایئے کہ نَمَنگانی نے آپ سے گزشتہ سال مصاحف طلب کیے تھے، اور آپ نے ان سے وعدہ کیا تھا، آئندہ سال بھیج دوں گا، لیکن آپ نے وعدہ خلافی کی اور مطلوبہ مصاحف نہیں بھیجے۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

ستائیسویں آئینی ترمیم!

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہٗ
صدر وفاق المدارس العربیہ، پاکستان

کسی ملک کا دستور یا آئین ملک کے نظامِ حکومت کے لیے بنیادی پتھر کی حیثیت رکھتا ہے، پاکستان بھی اس کلیے سے مستثنیٰ نہیں۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۳ء تک یہاں دستور کے مختلف مسودے تیار ہوئے، ان میں سے کچھ وقتی طور پر نافذ بھی ہوئے، لیکن یہ مسئلہ متنازعہ بنا رہا، اللہ اللہ کرکے ۱۹۷۳ء میں تمام سیاسی اور دینی حلقوں کے اتفاق سے موجودہ آئین منظور ہوا اور چند امور کو چھوڑ کر بحیثیت مجموعی یہ آئین ایسا تھا کہ اسے ایک اسلامی ریاست کا آئین کہا جاسکتا تھا، چنانچہ دینی حلقوں نے بھی اسے بساغنیمت سمجھ کر قبول کیا۔

اس متفقہ آئین میں یہ شق بھی موجود ہے کہ اگر اس میں کسی ترمیم کی ضرورت پیش آئے تو مجلسِ شوریٰ کی دو تہائی اکثریت سے اس میں ترمیم کی جاسکتی ہے، چنانچہ ماضی میں متعدد ترمیمات اسی بنیاد پر کی گئیں جن میں سے بعض ترمیمات نے دستور کو اسلامی اعتبار سے بھی مضبوط بنایا، جیسے ختمِ نبوت سے متعلق ترمیم، فیڈرل شریعت کورٹ اور سپریم کورٹ کی اپیلیٹ بینچ کے قیام سے متعلق ترمیمات۔

اب ستائیسویں ترمیم کے نام سے ایک ترمیم دونوں ایوانوں سے منظور کی گئی ہے جو اہلِ دانش کے درمیان آج کل موضوعِ بحث بنی ہوئی ہے اور ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کا غیر جانبداری سے جائزہ لے کر اس پر ضروری تبصرہ کیا جائے۔

یہاں پہلی بات تو یہ عرض کرنی ہے کہ دستور میں کوئی ترمیم کرنے کا مناسب طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ اس کے اہم نکات کو وضاحت کے ساتھ پہلے سے شائع کرکے ملک کے اہلِ دانش کو اس پر غور وفکر اور تبصرے کا موقع دیا جائے، اس کے برعکس یہ ترمیم اتنی عجلت میں تیار اور منظور کی گئی ہے کہ بہت سے اراکینِ مجلسِ

شوریٰ یہ شکایت کرتے پائے گئے کہ انہیں اس کا علم بالکل آخر میں ہوا، اس لیے انہیں اس پر غور وفکر کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔

یہ ترمیم شائع شدہ گزٹ کے اکیس صفحات پر مشتمل ہے، اور اس کا بغور جائزہ لینے کے بعد بنیادی طور پر اس کے اہم نکات یہ ہیں:

❶-''وفاقی دستوری عدالت'' (federal constitional court) کے نام سے ایک نئی عدالت قائم کی گئی ہے جسے تمام آئینی مقدمات کا فیصلہ کرنے کا حتمی اختیار دیا گیا ہے۔ کسی بھی ہائی کورٹ میں دفعہ ۱۹۹ کے تحت جو مقدمات فیصل ہوں، ان کی اپیل سپریم کورٹ کے بجائے اس نئی عدالت ہی میں ہو سکے گی اور یہ عدالت خود بھی ہائی کورٹ سے ایسے مقدمات کا ریکارڈ طلب کر سکے گی۔

دستوری مقدمات کا فیصلہ جو پہلے سپریم کورٹ اپنے قواعد کے مطابق کرتا تھا، اب اس کا اختیار اس آئینی عدالت کو منتقل کر دیا گیا ہے، اور اس کا فیصلہ حتمی قرار دیا گیا ہے، اور اس کے فیصلے کا سپریم کورٹ بھی پابند ہو گیا ہے۔

اس معاملے میں دو رائے ہو سکتی ہیں کہ اس قسم کے معاملات حسبِ سابق سپریم کورٹ ہی میں رہیں، یا اس کے لیے نئی عدالت قائم کی جائے، جیسا کہ بعض دوسرے ملکوں میں بھی ہوتا ہے۔ اس کے فوائد بھی ہو سکتے ہیں، اور نقصانات بھی، لیکن موجودہ حالات میں جبکہ سپریم کورٹ میں بہت سے ایسے آئینی مقدمات زیرِ التوا ہیں، جن کا تعلق ملک کے سیاسی ماحول سے بھی ہے، یکا یک ایک ایسی عدالت کا قیام جس میں ججوں کا پہلی مدت کے لیے تعین وزیر اعظم اور صدر کو سونپا گیا ہے' کچھ شبہات ضرور پیدا کرتا ہے۔

اور اصل بات یہ ہے کہ وہ سپریم کورٹ ہو یا نئی آئینی عدالت، اگر اس کے جج صاحبان سیاست اور مفادات سے آزاد ہو کر پوری غیر جانبداری سے آئین کے مطابق فیصلے کرنے والے ہوں، تو خواہ وہ سپریم کورٹ میں ہوں، یا آئینی عدالت میں، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن اگر خدانخواستہ جج صاحبان اپنے فرائض کو ادا کرتے ہوئے کوئی دباؤ محسوس کریں، تو چاہے وہ سپریم کورٹ میں ہوں یا آئینی عدالت میں، انصاف کے راستے میں رکاوٹ باقی رہے گی۔

البتہ نئی آئینی عدالت کے قیام کے بعد بعض اہم مسائل ایسے اُٹھ سکتے ہیں، جن کا کوئی حل بظاہر اس ترمیم کی عبارت میں موجود نہیں ہے، اور ان کی وجہ سے عدالتوں میں اختلاف اور اس کے نتیجے میں مقدمات کے فیصلے میں تاخیر در تاخیر ہونے کا بھی اندیشہ ہے، مثلاً ایک بات تو یہ ہے کہ نئی عدالت کے قیام

سے پہلے سپریم کورٹ بہت سے مسائل میں آئین کی تشریح کرچکی ہے، سوال یہ پیدا ہوگا کہ آیا نئی آئینی عدالت ان فیصلوں کی پابند ہوگی یا نہیں، جو اس کے وجود سے پہلے سپریم کورٹ دے چکی ہے؟

نیز اگرچہ اب آئینی مسائل نئی عدالت کے پاس جائیں گے، لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اصل مقدمہ عمومی نوعیت کا ہوتا ہے اور اسے براہِ راست آئینی مقدمہ نہیں کہا جاسکتا، لیکن اس عمومی نوعیت کے مقدمے کا فیصلہ کرتے ہوئے عدالت کو آئین کی کسی دفعہ کی تشریح کرنی پڑتی ہے، اگر سپریم کورٹ کسی عام نوعیت کے مقدمے کا فیصلہ کررہی ہو، مثلاً دو افراد کے درمیان کوئی دیوانی مقدمہ یا کوئی فوجداری مقدمہ اور اس کا فیصلہ کرتے ہوئے آئین کی کسی دفعہ کی تشریح کرنی پڑ جائے، تو کیا سپریم کورٹ اس حد تک آئین کی تشریح نہیں کرسکے گی؟ اور اگر کرے گی تو کیا اسے آئینی عدالت میں چیلنج کیا جاسکے گا؟ اور اگر نہیں کرسکے گی تو کیا وہ مقدمہ آئینی عدالت کے پاس جائے گا؟ دونوں صورتوں میں اِبہام اور اصل نتیجے تک پہنچنے کے لیے غیر معمولی تاخیر لازمی ہے۔

❷- اصل آئین کے مطابق کسی بھی ہائی کورٹ کے کسی جج کا ٹرانسفر کسی دوسرے ہائی کورٹ میں اس کی مرضی کے بغیر نہیں کیا جاسکتا تھا، آئین کی دفعہ ۲۰۰ اس بارے میں واضح تھی۔

لیکن اس نئی ترمیم کے ذریعے دفعہ ۲۰۰ میں بڑی تبدیلی یہ کی گئی ہے کہ کسی جج کا ٹرانسفر اس کی مرضی کے بغیر بھی کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر وہ ٹرانسفر سے انکار کرے تو اس کے خلاف دفعہ ۲۰۹ کے تحت تیس دن کے اندر سپریم جوڈیشل کونسل میں کارروائی ہوگی اور اس دوران اس کو بحیثیتِ جج کام کرنے سے روک دیا جائے گا۔ واضح رہے کہ دفعہ ۲۰۹ کے تحت عام طور سے ان ججوں کے خلاف کارروائی ہوتی ہے جن پر کسی غلط رویے کا الزام ہو۔

ہائی کورٹ کے جج صاحبان کو ٹرانسفر پر مجبور کرنا یقیناً ایسی بات ہے جو عدلیہ کی آزادی کے خلاف ہے۔ اس طرح کسی بھی ایسے جج کے خلاف کارروائی ہوسکتی ہے جو کسی بھی سیاسی یا ذاتی وجہ سے حکومت کو ناپسند ہو۔

❸- تیسری اہم اور سخت قابلِ اعتراض تبدیلی یہ کی گئی ہے کہ پہلے بھی آئین کی دفعہ ۲۴۸ میں صدرِ مملکت کو یہ تحفظ دیا گیا تھا کہ اس کے عہدے کے دوران اس کے خلاف کوئی فوجداری کارروائی عدالت میں نہیں کی جاسکتی تھی، یعنی کسی بھی جرم میں اس کے خلاف اس وقت تک کوئی مقدمہ نہیں ہوسکتا تھا، جب تک وہ صدارت کے عہدے پر فائز ہے۔ یہ دفعہ شرعی نقطۂ نظر سے پہلے بھی غلط تھی۔ اسلام میں کسی بھی سربراہِ مملکت کو اس قسم کا تحفظ دینا سراسر ناجائز ہے۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو، یا خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم

نے اپنی ذات کو یہ تحفظ دینے کے بجائے اس کے خلاف واضح احکام عطا فرمائے ہیں۔

لیکن اس ستائیسویں ترمیم کے ذریعے اس تحفظ کو ختم کرنے کے بجائے اسے مزید وسعت دے دی گئی ہے، یعنی اب یہ تحفظ صرف صدرِ مملکت ہونے کے دوران نہیں، بلکہ صدارت ختم ہونے کے بعد بھی تا حیات باقی رہے گا، اور زندگی بھر اس کے خلاف کسی بھی جرم میں کوئی کارروائی نہیں ہو سکے گی۔

اور یہ تحفظ جس طرح صدرِ مملکت کو دیا گیا ہے، اسی طرح دفعہ ۲۴۳ میں ترمیم کے ذریعے فیلڈ مارشل، مارشل آف دی ایئر فورس اور ایڈمرل آف دی فلیٹ کو بھی دیا گیا ہے کہ تاحیات ان کے خلاف کسی جرم میں کوئی کارروائی نہیں ہو سکے گی۔ اس سے پہلے دستور میں یہ عہدے موجود نہیں تھے، لیکن جن سپہ سالاروں نے ملکی دفاع میں امتیازی کارنامے انجام دیے ہوں، انہیں اس قسم کے خطابات دینا ایک مستحسن بات ہے، انہیں کسی معرکۂ حق میں جتنے اعزاز دیے جائیں، اس میں کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں ہے، لیکن اُن کو عدالتی کارروائی سے استثناء دینا نہ صرف غلط ہے، بلکہ ان کے مناصب پر ایک قسم کا داغ لگانے کے مرادف ہے۔

مذکورہ بالا ترمیمات میں کم از کم دو ترمیمیں ایسی ہیں جو ملکی آئین کی اسلامی اور عدالتی حیثیت کو مجروح کر رہی ہیں اور ان میں بھی سب سے زیادہ قابلِ اعتراض بات یہ ہے کہ صدرِ مملکت، فیلڈ مارشل، مارشل آف دی ایئر اور ایڈمرل آف دی فلیٹ کو تاحیات کسی جرم کی عدالتی کارروائی سے بالکل مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ یہ ہمارے آئین پر ایک دھبہ ہے، جسے جتنی جلدی دور کیا جائے اتنا ہی بہتر ہے۔

الحمد للہ ہمیں اپنی افواج پر فخر ہے کہ انہوں نے معرکۂ حق میں جس طرح اپنی فرض شناسی، بہادری اور اہمیت کا ثبوت دیا، وہ بے مثال ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ اس کی وجہ سے پوری قوم میں ان کے ساتھ محبت اور ان کے بارے میں خوش گمانی پیدا ہوئی، وہ اس کے لیے بڑے سے بڑے منصب کے مستحق ہیں، لیکن وہ ایک اسلامی ملک کے سالار ہیں، لہٰذا حکومت اور پارلیمنٹ کے لیے کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ ان کے کردار پر یہ دھبہ لگا کر اس خوش گمانی کو نقصان پہنچائیں، جو اُن کے بارے میں عوام کے اندر پیدا ہوئی ہے۔ واللہ علی مانقول وکیل.

(بشکریہ ماہنامہ البلاغ، کراچی)

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

اعلامیہ: مجلس اتحادِ امت پاکستان

ادارہ

یکم رجب ۱۴۴۷ھ مطابق ۲۲؍دسمبر ۲۰۲۵ء بروز پیر، کراچی میں ''مجلس اتحادامت پاکستان'' کے تحت تمام مکاتبِ فکر اور دینی تنظیموں کا مشاورتی اور علمی اجتماع منعقد ہوا، جس میں تمام مکاتبِ فکر اور دینی جماعتوں اور تنظیموں کے ذمہ داران اور اکابر علماء شریک ہوئے اور ملکی دینی و قانونی معاملات پر ایک متفقہ لائحہ عمل اور اعلامیہ جاری کیا، جسے افادۂ عام کی غرض سے نذرِ قارئین کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

''تمام مکاتبِ فکر کے علماء اور مختلف دینی جماعتوں اور تنظیموں کا یہ اجتماع مندرجہ ذیل امور پر مکمل اتفاقِ رائے رکھتا ہے:

❶- آئینِ پاکستان دفعہ ۲۲۷ کی رُو سے حکومت پر لازم ہے کہ وہ ملکی قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق بنائے اور کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہ بنائے۔ اس غرض کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنی مکمل سفارشات تیار کی ہوئی ہیں۔ آئین کی رُو سے ان کو پارلیمنٹ میں پیش کرکے ان کے سلسلے میں قانون سازی حکومت کی ذمہ داری ہے، لیکن افسوس ہے کہ سالہا سال گزرنے کے باوجود اب تک انہیں پارلیمنٹ میں پیش نہیں کیا گیا۔ یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ نفاذِ شریعت کو اولیت دے اور یہ سفارشات پارلیمنٹ میں پیش کرکے اُن کے مطابق قانون سازی کی جائے۔

❷- ملک میں اسلامی قوانین کے جاری اور غیر اسلامی قوانین کے خاتمے کے لیے مؤثر ترین ادارہ ''وفاقی شرعی عدالت'' اور سپریم کورٹ کی ''شریعت اپیلٹ بینچ'' ہے۔ آئین کی رُو سے وفاقی شرعی عدالت میں تین علماء جج ہونے چاہئیں، لیکن عرصہ دراز سے یہ عدالت علماء ججوں سے خالی ہے، نیز شریعت اپیلٹ بینچ میں بھی علماء کی غیر موجودگی ایک سوالیہ نشان ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ ان عدالتوں کی طرف رجوع کی شرح

بہت کم ہوگئی ہے۔ یہ اجتماع مطالبہ کرتا ہے کہ آئین کے مطابق علماء ججوں کا تقرر یقینی بنایا جائے۔

❸ -آئین کی چھبیسویں ترمیم کا یہ ایک مستحسن فیصلہ تھا کہ ملک سے رِبا (سود) کے مکمل خاتمے کے لیے ایک معین مدت مقرر کر دی گئی تھی جو ۳۱؍دسمبر ۲۰۲۷ء کو ختم ہو رہی ہے۔ اور یکم جنوری ۲۰۲۸ء سے سودی نظام کو مکمل ختم کر کے اسلامی مالیاتی اور بینکاری نظام کو نافذ کرنا تھا۔ اس سلسلے میں اسٹیٹ بینک سے تمام بینکوں کو ہدایت دی گئی تھی کہ وہ مذکورہ مدت میں اپنے تمام مالی معاملات کو سود سے پاک کر لیں۔

لیکن اس دوران اس مبارک عمل کو سبوتاژ کرنے اور رکاوٹیں ڈالنے کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ باوثوق ذرائع سے یہ معلوم ہوا ہے کہ وزارتِ قانون کی طرف سے ایک یادداشت تیار کی گئی ہے جس میں ان بینکوں کو اس حکم سے مستثنیٰ کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے جن میں غیر ملکی افراد کی حصہ داری (شیئر ہولڈنگ) ہے اور باوثوق ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بڑے بینکوں کی اکثریت کو استثناء دے بھی دیا گیا ہے۔ اس استثناء کی وجہ اس تحریر میں یہ بتائی گئی ہے کہ کچھ بین الاقوامی معاہدات کا یہی تقاضا ہے۔

ہم یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ پاکستان کے آئین کو برتری حاصل ہے اور جو کوئی غیر ملکی کمپنی پاکستان میں کام کرتی ہے، اسے پاکستان کے قانون کے تابع رہ کر ہی کام کرنا پڑتا ہے۔ یہ ایک مسلّم اُصول ہے کہ بین الاقوامی معاہدات جب تک پارلیمنٹ کے ذریعے قانون نہ بن جائیں، انہیں دستور اور قانون پر بالاتری حاصل نہیں ہوتی، لہٰذا یہ عذر کسی طرح قابل قبول نہیں ہے اور یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے جنگ جاری رکھنے کے مرادف ہے۔

ان حالات میں یہ اجتماع متفقہ طور پر یہ مطالبہ کرتا ہے کہ دستور میں سود ختم کرنے کی جو مدت مقرر کی گئی ہے، اس پر لفظاً و معنیً مکمل طور سے عمل کیا جائے۔

❹ - حال ہی میں دستورِ پاکستان میں ستائیسویں ترمیم انتہائی عجلت میں منظور کی گئی ہے۔ اس ترمیم میں متعدد امور عدلیہ کی آزادی پر قدغن کے حکم میں ہیں، لیکن ایک بات قرآن و سنت سے صراحتاً متصادم ہے اور وہ یہ کہ صدرِ مملکت اور افواجِ پاکستان کے بعض اعلیٰ مناصب پر فائز افراد کو نہ صرف ان کی مدتِ کار میں بلکہ تاحیات ہر قسم کی فوجداری کارروائی سے مکمل استثناء دیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے کام چھوڑنے کے بعد بھی زندگی بھر وہ ہر قسم کے جُرم کی بازپرس سے آزاد رہیں گے۔ یہ استثناء قرآن کریم کے بالکل خلاف ہے، جس نے یہ دوٹوک ہدایت عطا فرمائی ہے کہ:

’’يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ‘‘ (النساء:۱۳۵)

ترجمہ: ’’اے ایمان والو! انصاف قائم کرنے والے بنو، اللہ کی خاطر گواہی دینے والے، چاہے وہ گواہی تمہارے اپنے خلاف پڑتی ہو، یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف۔‘‘

شعارِ نبوت تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر میں عین حالتِ جنگ میں خود اپنے آپ کو قصاص کے لیے پیش کیا، خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور خلیفۂ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے عہد میں اپنے آپ کو عدالت میں فریقِ ثانی کے ساتھ مساوی حیثیت میں پیش کر کے بلا امتیاز اور شفاف عدل کا نمونہ پیش کیا۔ ہم اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ: ’’بنیان مرصوص‘ کے معرکہ میں کامیابی پر افواجِ پاکستان مبارک باد کی مستحق ہیں، لیکن ان کے اعلیٰ مناصب کو استثناء دینا اُن کے مناصبِ جلیلہ کے شایانِ شان نہیں ہے، بلکہ کردار پر دھبہ لگانے کے مرادف ہے۔

بفضلہٖ تعالیٰ ہمارا آئین سن ۱۹۷۳ء سے تمام حلقوں کی طرف سے متفقہ چلا آرہا تھا، ستائیسویں ترمیم کی بنا پر آئین کو بھی متنازعہ بنا دیا گیا ہے، لہٰذا یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ اس ترمیم کو منسوخ کیا جائے یا قومی مشاورت اور پارلیمنٹ کے اتفاق سے دستورِ پاکستان کی روح کے مطابق ڈھالا جائے، کیونکہ دستور کسی قوم وملت کا اجماعی میثاق ہوتا ہے۔

❺- جون ۲۰۲۵ء میں اسلام آباد دارالحکومت کے علاقے کے لیے ایکٹ نمبر ۱۱ نافذ کیا گیا ہے، اس میں اٹھارہ سال سے کم عمر لڑکے یا لڑکی کے نکاح کرنے، کرانے اور نکاح پڑھانے کو قابلِ سزا جرم قرار دیا گیا ہے، اور اس کے لیے سخت سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔

اندیشہ ہے کہ یہ قانون تمام صوبوں سے بھی منظور کرایا جا سکتا ہے، جبکہ سندھ کی حکومت پہلے ہی ایک ایسا قانون بنا چکی ہے۔ یہ اجلاس واضح الفاظ میں قرار دیتا ہے کہ یہ قانون قرآن وسنت کے بالکل خلاف ہے۔ اسلام میں نکاح کی کوئی عمر مقرر نہیں ہے، بالخصوص بلوغ کے بعد جو ہمارے ملک میں عموماً بارہ سے پندرہ سال کی عمر تک ہو جاتا ہے، کسی شخص کے لیے نکاح پر پابندی عائد کرنا موجودہ ماحول میں ناجائز تعلقات اور زناکاری پر آمادہ کرنے کے مرادف ہے، لہٰذا اس اجلاس کا متفقہ مطالبہ ہے کہ اس وفاقی قانون اور سندھ کے پابندی کے قانون کو منسوخ کیا جائے۔

❻- ٹرانس جینڈر ایکٹ سن ۲۰۱۸ء میں نافذ ہوا تھا، جسے وفاقی شرعی عدالت نے قرآن وسنت کے خلاف قرار دے دیا تھا، لیکن حکومت نے اس کے خلاف سپریم کورٹ شریعت اپیلٹ بینچ میں اپیل دائر کر دی جو ابھی تک زیرِ التوا ہے، جس کے نتیجے میں وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ معطل ہے، اور قانون فی الحال جوں کا توں موجود ہے، البتہ شنید ہے کہ پارلیمنٹ کی کوئی کمیٹی اس میں ترمیم پر غور کر رہی ہے۔

یہ اجلاس واضح الفاظ میں یہ قرار دیتا ہے کہ تخلیقی طور پر جس شخص کی جنس مشتبہ ہو، اسے اسلامی اصطلاح میں ''خنثیٰ'' کہا جاتا ہے، اس کے لیے شریعت میں مفصل احکام موجود ہیں جن میں یہ بھی داخل ہے کہ اسے معاشرے میں باعزت شہری کے طور پر تسلیم کیا جائے اور اس کی بے عزتی سے پرہیز کیا جائے۔

لیکن ''ٹرانس جینڈر'' کی اصطلاح جس معنی میں مغرب کی طرف سے گھڑی گئی ہے، اس کا خنثیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ''ٹرانس جینڈر'' کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنے مذکر یا مؤنث ہونے کا فیصلہ اپنی حیاتیاتی یا تخلیقی بنیاد پر نہیں، بلکہ خود اپنی پسند یا ناپسند کی بنیاد پر کرسکتا ہے، یہ درحقیقت ہم جنس پرستی کو لائسنس دینے کے لیے ایک مخفی دروازہ ہے۔ مغرب نے انسان کی اَصناف صرف مرد، عورت اور خنثیٰ کی حد تک محدود نہیں رکھیں، بلکہ انسان کی بہت سی اصناف بنادی ہیں جنہیں LGBTQ کہا جاتا ہے اور ان میں مزید اضافہ ہو رہا ہے، اسلامی معاشرے میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

❼- یہ اجتماع اس بات پر یقین رکھتا ہے اور علماء کی طرف سے اس کا بار بار اعلان کیا گیا ہے کہ ملک میں حالات کی اِصلاح اور شریعت کے نفاذ کے لیے صرف پُرامن آئینی جدوجہد ہی واحد راستہ ہے اور اس غرض کے لیے مسلح جدوجہد نہ موجودہ حالات میں اسلام کا تقاضا ہے، نہ مصلحتِ شریعت کا، اس وقت متعدد بیرونی طاقتیں ملک کو کمزور کرنے اور داخلی انتشار کے ذریعے اس کو تقسیم کرنے پر تلی ہوئی ہیں، ایسے حالات میں کوئی مسلح جدوجہد چاہے وہ اسلام کے نام پر ہو یا قومیت کے نام پر، اس کا فائدہ صرف ملک دشمن عناصر ہی کو پہنچ سکتا ہے، لہٰذا ہم ایک بار پھر ملک میں مسلح کارروائیوں کی مذمت کرتے ہیں، البتہ حکومت سے بھی یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ان شورشوں کو ختم کرنے کے لیے جائز مطالبات پر عمل بھی کرے اور اس مسئلہ کو حکمت اور تدبر کے ذریعہ حل کرے۔

❽- یہ اجتماع اسلامی جمہوریہ پاکستان اور امارتِ اسلامیہ افغانستان کے درمیان موجودہ کشیدہ حالات پر انتہائی تشویش کا اظہار کرتا ہے۔ یہ صورت حال دونوں ملکوں کے مفاد میں نہیں ہے اور اس سے صرف اسلام دشمن قوتوں کو فائدہ پہنچے گا۔ ہم امارتِ اسلامیہ افغانستان سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی سرزمین کو ان مفسد گروہوں اور طبقات کی آماجگاہ نہ بنائے جو وہاں دستیاب سہولتوں سے فائدہ اُٹھا کر پاکستان میں تخریب کاری اور دہشت گردی کی کارروائیاں کر رہے ہیں۔ قوموں اور ملکوں کے مسائل باہمی مکالمے سے حل ہوتے رہے ہیں اور اب بھی اس کا قابلِ عمل اور قابلِ قبول دیرپا حل یہی ہے۔ لازم ہے کہ دونوں ممالک کی اعلیٰ ترین قیادت مل بیٹھے اور مزید کسی نقصان کے بغیر سارے مسائل کا مثبت اور قابلِ عمل حل نکالا جائے، تاکہ دونوں پڑوسی برادر ممالک کے تعلقات معمول پر آئیں اور ایسے حالات پیدا کیے

جائیں کہ دونوں ممالک کے درمیان نقل وحمل اور تجارت کا سلسلہ جاری رہے۔ ان میں دونوں ممالک کا فائدہ ہے اور ماضی کی اچھی باتوں کو یاد رکھا جائے اور ناخوشگوار باتوں سے صرفِ نظر کیا جائے، یہی دونوں کے ملکی، ملی اور قومی مفاد میں ہے۔

❾- آج کا یہ تمام مکاتبِ فکر کا نمائندہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ دینی مدارس و جامعات کے ساتھ کیے گئے میثاق اور اس کی بنیاد پر نافذ ہونے والے قانون پر لفظاً و معنیً عمل کیا جائے اور اس میں نت نئی رکاوٹیں نہ پیدا کی جائیں۔ حکومتی اداروں کے اپنے بعض اعداد وشمار کے مطابق تقریباً تین کروڑ بچے اسکولوں سے باہر بیٹھے ہیں، ریاست وحکومت ان کی تعلیم کا انتظام کرنے سے قاصر ہے۔ ایسے میں دینی مدارس وجامعات کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے کہ یہ اپنے وسائل کے اندر رہتے ہوئے دینی وعصری تعلیم کے ساتھ ساتھ کفالت کا بھی انتظام کرتے ہیں اور بڑی تعداد میں طلبہ وطالبات ان اداروں میں زیرِ تعلیم ہیں۔ یہ ادارے انھی علاقوں سے جہاں آج شورش ہے، قوم کے بچوں کو لاکر پاکستان کے محبِ وطن شہری اور اچھے مسلمان بناتے ہیں، شرحِ تعلیم میں اضافہ کرتے ہیں۔ ہم یہ بھی واضح کرنا چاہتے ہیں کہ دینی مدارس وجامعات اپنے نظامِ تعلیم اور نصاب کے لیے پہلے کی طرح آزاد رہیں گے۔ دینی مدارس و جامعات نے کسی بھی حکومتِ وقت کے لیے نہ پہلے مسائل پیدا کیے ہیں اور نہ اب کریں گے اور حکومت ان اداروں کو اپنا حریف سمجھنے کے بجائے اپنا حلیف سمجھے، کیونکہ تعلیم کا فروغ اور ملک وملت کا مفاد ہم سب کے درمیان قدرِ مشترک ہے۔ یہ اجتماع اس بات پر افسوس کا اظہار کرتا ہے کہ دینی مدارس کی رجسٹریشن کا قانون بننے کے بعد بھی ان کی رجسٹریشن عملاً بند ہے اور انہیں ناشائستہ تنقید کا نشانہ بنایا جارہا ہے، حالانکہ وہ قومی خزانے پر ایک روپے کا بوجھ ڈالے بغیر لاکھوں طلبہ اور طالبات کو نہ صرف تعلیم دے رہے ہیں، بلکہ اُن کے ذریعہ خدمتِ خلق کا کام اُن جگہوں پر بھی رہا ہے جہاں حکومت کی بھی پہنچ نہیں ہے۔

ہم یہ بات دوٹوک الفاظ میں واضح کرنا چاہتے ہیں کہ دینی مدارس کا بنیادی کام شریعت اور حق کی تعلیم ہے، جس کے ذریعے حکومت سمیت کسی بھی حلقے کی ترغیب وتحریص یا کسی قسم کے دباؤ کے بغیر مستند اور حق گو علماء پیدا کرنا ہے، اس لیے ان کا اپنے نصاب ونظام میں مکمل طور پر آزاد اور خودمختار ہونا ضروری ہے اور دینی مدارس کسی ایسے اقدام کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں گے، جو اُن کے ان بنیادی اہداف کے راستے میں رکاوٹ ہو، اور ان پر ایسے کسی نظام میں داخل ہونے پر مجبور کرنا سراسر زیادتی اور متفقہ قانون کی صریح خلاف ورزی ہے۔ ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس معاملے میں عرصے سے مزاحمت اور زبردستی پر آمادہ ہے، ملک پہلے ہی مسائل کا شکار ہے، ایسے حالات میں اس تنازعے کو پالتے رہنے سے مسائل مزید

اُلجھیں گے اور یہ ملک کے لیے سخت مضر ہوگا۔ اور مدارس پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ وہ عصری تعلیم نہیں دیتے، اول تو اس وقت بیشتر مدارس اپنے وسائل کے تحت دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم بھی دے رہے ہیں اور ان کے طلبہ سرکاری بورڈوں کے امتحانات میں پوزیشن لے رہے ہیں، اور جہاں اس کی کمی ہے دینی مدارس اسے خود اپنی ضرورت سمجھ کر اس کے لیے کوشاں ہیں۔

دوسرے یہ ادارے قرآن وحدیث اور اسلامی فقہ کی تعلیم کے لیے مختص ہیں۔ضروری عصری تعلیم کے بعد اگر ان کا سارا زور قرآن وحدیث اور فقہ پر ہو تو اسپیشلائزیشن کے اس دور میں اس کی حکمت ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کسی لاء کالج سے یہ مطالبہ کرنا کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے ماہرین کیوں پیدا نہیں کرتا؟ ایک لغو مطالبہ ہے۔ لیکن ہمارا تجربہ یہ ہے کہ عصری تعلیم کا شوشہ دراصل انہیں حکومت کے ماتحت کرنے کے لیے چھوڑا گیا ہے، تاکہ علماء اور اہلِ مدارس کو دینی معاملات میں حق گوئی سے روکا جاسکے۔ یہ متفقہ اجتماع واضح کرنا چاہتا ہے کہ مدارس ایسی کسی کاوش کو کسی قیمت پر قبول نہیں کریں گے۔

⓾- یہ اجتماع بیت المقدس اور فلسطین کی آزادی کی جدوجہد کی دل وجان سے نہ صرف حمایت کرتا ہے، بلکہ اس بات کو ہر مسلمان کا فریضہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنی استطاعت کی حد تک اس مقصد کے حصول کے لیے کسی کوشش سے دریغ نہ کرے۔ اگرچہ ظاہری سطح پر جنگ بندی کا اعلان ہوگیا ہے، لیکن اسرائیل کی طرف سے بے گناہوں کو نشانہ بنانے اور ان کو امداد پہنچانے میں رکاوٹیں ڈالنے کا سلسلہ جاری ہے۔ ایسے حالات میں مسلمان ملکوں سے یہ مطالبہ کیا جارہا ہے کہ وہ اپنی افواج وہاں بھیج کر حماس کو غیر مسلح کریں، متعدد مسلمان حکومتیں اس سے انکار کرچکی ہیں اور اب پاکستان پر دباؤ بڑھایا جارہا ہے۔ یہ اجتماع پوری تاکید کے ساتھ حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ حماس کو غیر مسلح کرنے کے لیے اپنی افواج کو بھیجنے سے گریز کرے اور اس سلسلے میں کسی دباؤ میں نہ آئے۔ الحمدللہ پاکستان کی افواج جذبۂ جہاد سے آراستہ ہیں اور انہیں آزادیِ بیت المقدس یا آزادیِ فلسطین کی کسی مقدس جدوجہد کے خلاف کھڑا کرنے کا تصور بھی قوم کے لیے ناممکن ہے۔ اس سازش سے ملک کو محفوظ بنانا حکومت کی ذمہ داری ہے، جس کا ہم پرزور مطالبہ کرتے ہیں۔

فہرست علمائے کرام ومعزز شخصیات

نام گرامی	نام گرامی	نام گرامی
حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب	حضرت مولانا مفتی منیب الرحمٰن صاحب	حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب
حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب	حضرت مولانا محمد یاسین ظفر صاحب	حضرت جناب شجاع الدین صاحب

حضرت علامہ سید ریاض حسین نجفی صاحب	حضرت مولانا سید حامد سعید کاظمی صاحب	حضرت مولانا عبدالغفور حیدری صاحب
حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد صاحب	حضرت مولانا راشد سومرو صاحب	حضرت مولانا عبدالقیوم ہالیجوی صاحب
حضرت مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب	حضرت ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر صاحب	حضرت علامہ ابتسام الٰہی ظہیر صاحب
حضرت مولانا امداد اللہ یوسف زئی صاحب	حضرت مولانا عبدالحق ثانی صاحب	حضرت مولانا پیر نورالحق قادری صاحب
حضرت مولانا سعید یوسف صاحب	حضرت مولانا محمد یوسف خان صاحب	حضرت علامہ محمد ریحان امجد نعمانی صاحب
حضرت مولانا مفتی محمد طیب صاحب	حضرت قاری محمد عثمان صاحب	حضرت مولانا محمد سلفی صاحب
حضرت مولانا فضل الرحمٰن درخواستی صاحب	حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفی صاحب	حضرت مولانا محمد زبیر اشرف عثمانی صاحب
حضرت مولانا مفتی محمد زبیر صاحب	حضرت مولانا محمد عمران اشرف عثمانی صاحب	حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب
حضرت مولانا عبدالستار صاحب	حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب	حضرت مولانا احمد افنان صاحب
حضرت علامہ یاسر نواز صاحب	علامہ سید فیاض حسین نقوی صاحب	حضرت مولانا عبدالکریم عابد صاحب
حضرت مولانا سمیع الحق سواتی صاحب	حضرت مولانا عبدالوحید صاحب	جناب بابر قمر عالم صاحب
حضرت سید حماد اللہ شاہ صاحب	حضرت مولانا قاضی احسان صاحب	حضرت مولانا مفتی اویس ارشاد صاحب
حضرت مولانا قاری عبدالرشید صاحب	حضرت مولانا خلیل احمد اعظمی صاحب	حضرت مولانا راحت علی ہاشمی صاحب
حضرت مولانا محمد منظور مینگل صاحب	حضرت مولانا انس عادل صاحب	حضرت مولانا محمد غیاث صاحب
حضرت مولانا قاری اللہ داد صاحب	حضرت مولانا ڈاکٹر قاسم محمود صاحب	حضرت علامہ شعیب معینی صاحب
حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن صاحب	حضرت مولانا ڈاکٹر خلیل احمد اعظمی صاحب	حضرت علامہ احمد ربانی صاحب
حضرت علامہ اِکرام سیالوی صاحب	حضرت علامہ ثاقب صدیق گلستان صاحب	حضرت نصیر الدین سواتی صاحب
حضرت مولانا عابد مبارک صاحب	حضرت مولانا مفتی جان نعیمی صاحب	

علومِ انوری کا گنجینہ: ''الإتحاف لمذهب الأحناف''

مولانا محمد یاسر عبداللہ
استاذِ جامعہ

(پہلی قسط)

مورخہ ۱۳، ۱۴ دسمبر ۲۰۲۵ء کو ہندوستان کے معروف دینی ادارے ''دار العلوم وقف دیوبند'' (انڈیا) میں ''علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ - حیات، افکار اور خدمات'' کے وقیع عنوان سے دوروزہ علمی سیمینار منعقد ہوا، اس سیمینار میں لگ بھگ دوسو اہلِ علم نے علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات اور علمی خدمات کے متعلق علمی مقالات کے خلاصے پیش کیے اور اکابر علماء نے حضرت شاہ صاحبؒ کے متعلق تأثرات کا اظہار کیا۔ استاذِ جامعہ مولانا محمد یاسر عبداللہ صاحب نے بھی ''دار العلوم وقف دیوبند'' کے اربابِ اہتمام کی دعوت پر جامعہ کے شعبہ ''مجلسِ دعوت وتحقیقِ اسلامی'' کی شائع کردہ علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الإتحاف لمذهب الأحناف'' کے متعلق تعارفی وتجزیاتی مقالہ قلم بند کرکے ارسال کیا تھا، افادۂ عام کی غرض سے یہ مقالہ نذرِ قارئین کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

تمہید

علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ماضی قریب کے ایک متبحّر عالم، عظیم محقّق، باکمال محدّث اور یگانہ فقیہ تھے۔ بلاشبہ وہ ''نادرۂ روزگار'' اور ''عبقریِ زمانہ'' جیسے اعلیٰ اوصاف کے حامل تھے، اور تاریخِ اسلامی کی ان چُنیدہ ہستیوں میں سے تھے جن کے بارے میں کہا گیا ہے: ''لمْ تَرَ العيونُ مثلَهٗ، و لمْ يَرَ هو مثلَ نفسِهٖ'' (نہ اُن جیسا کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ انہیں اپنے جیسی کوئی ہستی نظر آئی!)۔

علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی علمی اشتغال میں بسر ہوئی، بچپن سے بڑھاپے تک وہ خوانِ علم کے خوشہ چیں رہے اور طالبانِ علم کو سیراب کرتے رہے، کئی دہائیوں پر محیط تدریسی زندگی میں ہزاروں

تشنگانِ علم نے ان سے استفادہ کیا۔ نیز تدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف کے عمل میں بھی مشغول رہے۔ علامہ موصوف کی تالیفات کی تعداد زیادہ تو نہیں، لیکن انہوں نے جو علمی ترکہ چھوڑا، بلاشبہ وہ ''بقامت کہتر بقیمت بہتر'' کا مصداق ہے۔

پیشِ نظر تحریر میں حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اہم تالیف کا تعارفی جائزہ مقصود ہے، جو حال ہی میں جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے شعبہ تصنیف وتالیف سے تحقیق وتخریج کے ساتھ دو جلدوں میں شائع ہوکر منظرِ عام پر آئی ہے۔ علامہ موصوف کی یہ کتاب ان کے علوم ومعارف کا خزینہ، برس ہا برس مطالعہ وتحقیق کا ثمرہ اور علومِ انوری کے شائقین کے لیے عظیم تحفہ ہے۔

''الإتحاف'' علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ میں

علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے نامور شاگرد اور اُن کے علوم کے امین، مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

''خدا تعالیٰ نے مجھے اس عہد میں حنفیت کے استحکام کے لیے پیدا کیا ہے۔''

ایک موقع پر یہ بھی فرمایا کہ:

''میں نے حنفیت کو اس درجہ مستحکم کردیا ہے کہ اب ان شاء اللہ! سو سال تک اس میں کوئی اضمحلال پیدا نہیں ہوسکتا۔''(۱)

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

''ہم نے اپنی عمر کے تیس سال یہ دیکھنے لیے صرف کردیے کہ فقہ حنفی، حدیث کے مطابق ہے یا نہیں؟ سو ہم اپنی تیس سالہ محنت کے بعد قطعاً مطمئن ہیں، جہاں جس درجہ کی حدیث دوسرے فقہاء کے پاس ہے اس درجہ کی حدیث امام ابوحنیفہؒ کے پاس بھی ہے، اور جہاں حدیث نہ ہونے کی بنا پر امام اعظمؒ نے مسئلہ کی بنیاد قیاس واجتہاد پر رکھی ہے وہاں دوسروں کے پاس بھی حدیث نہیں۔''(۲)

ایک اور موقع پر یوں گویا ہوئے:

''میں اپنی طویل کاوشوں کے نتیجہ میں مطمئن ہوں کہ فقہ حنفی' مضبوط احادیث سے مؤید ہے۔''(۳)

فقہِ حنفی کے تعلق سے مذکورہ اقوالِ انوری کے ساتھ اُن کے لختِ جگر مولانا محمد انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

کا درج ذیل اقتباس جوڑ لیجیے تو مُدعا واضح ہو جائے گا:

''موصوف (حضرت شاہ صاحبؒ) نے (''آثار السنن'' کی) دونوں جلدوں پر نہایت قیمتی اور فاضلانہ حواشی درج فرمائے، جن میں ہزار ہا ہزار کتابوں کے بقیدِ صفحات حوالے موجود ہیں۔ یہ **''مرحوم کی زندگی کا حاصل''**، اور **''حنفیت کی تائید و استحکام کی مضبوط کوشش''** ہے، مگر افسوس کہ عوام بلکہ خواص بھی اس سے استفادہ نہیں کر سکتے ..... جیسا کہ معلوم ہے کہ دو چار کتابوں کو چھوڑ کر علامہ کا اکثر تصنیفی و تالیفی سرمایہ بھی انہی مسائل پر ہے جن پر احناف کا دوسرے فقہی مکاتب سے اختلاف رہا، مثلاً: ''فصْل الخِطاب في مسألة أمِّ الكتاب''، ''كشف الستر عن صلاة الوتر''، ''بسْط اليدين في مسألة رفع اليدين''، ''نيل الفرقدين في مسألة رفع اليدين''، اور اس طرح آپ کی جو املائی تقریریں قلم بند کی گئیں، ان کے اہم مباحث، حنفیت کے روشن چراغ کے لیے کار آمد روغن کی حیثیت رکھتے ہیں۔''(۴)

یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان حواشی کو ''سرمایۂ زندگی'' سمجھتے، اور عمرِ عزیز کے آخری برسوں میں ان کی تخریج کے لیے فکر مند تھے۔ نیز اپنی دیگر تصانیف میں متفرق مقامات پر مزید تفصیل کے لیے ان حواشی کے حوالے دیتے دکھائی دیتے ہیں۔(۵)

''الإتحاف'' مشاہیر اہلِ علم کی نظر میں

۱- علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، ''الإتحاف لمذهب الأحناف'' کا تعارف کراتے ہوئے اپنے گہر بار قلم سے یوں رقم طراز ہیں:

''كان لِعلماء الهندِ – الغيرِ المنقسمةِ – عنايةٌ خاصةٌ بعلوم الحديث في هٰذه القرون الأخيرةِ؛ بعدَ انتهاء القرن التاسع، حين بدأ الضُّعفُ فيها في البلاد العربية، فألَّفوا فيها كتبًا لا تزال تبقى غرةً في جبين الدهر، ثم امتاز من بينهم طائفةٌ في الجمع بين ذوق الحديث والفقه، وتطبيق المذهب الحنفي بالأحاديث الصحيحة، المخرَّجةِ في أمَّهات كتبِ الحديث والسنة، ومنهم: الشيخ ظهير أحسن النيموي البِهَارِي.

وكان رجالٌ من المشتغلين بالحديث نَزَغَتْ فيهم نزغةُ الطعن في أدلة مذهبِ فقيهِ الأمة أبي حنيفة، بأنّها تخالفُ الأحاديثَ الصحيحةَ؛ فاضطرَّ إلى تأليفٍ في جمع رواياتٍ صحيحةٍ توافقُ مذهبَ الإمامِ، على طرازِ كتابِ ''العمدةِ'' للمقدسي، و''المنتقى'' للمجد ابن تيمية، و''بلوغ المرام'' للحافظ ابن حجرٍ، وغيرِها من مؤلفاتٍ خاصةٍ في الأحكامِ، وسمَّاه: ''آثار السنن''، في جزئين لطيفين، ولكنَّهُ لم يتمَّ. ثم علَّقَ عليه تعليقاتٍ متينةً من بحثٍ علميّ ونقدٍ نزيهٍ. وكان كلما يؤلِّف قطعةً من كتابه .. يرسلها إلى المحدّث الكبير، إمامِ العصرِ الشيخ محمد أنور الكشميري، الذي كان آيةً من آياتِ الله في الجمع بين التبحُّرِ في العلوم، ودقّةِ النظرِ، والذوقِ السليمِ المعتدلِ، والاطلاع الواسع على مذاهبِ فقهاءِ الأمةِ ببصيرةٍ نافذةٍ، وكان قد اشتهر صِيْتُهُ في أقطارِ الهندِ في ريعان شبابِهٖ، فكان الشيخ يُبْدِيْ من أفكارٍ وآراءٍ .. من نقضٍ وإبرامٍ، ونقصٍ وإتمامٍ، وكأنَّ الشيخ كان مرافقًا لهُ في ذلك التأليفِ، كما ذكره في ''نيل الفرقدين''.

ولا ريبَ أن الشيخَ كان مبتهجًا بكتابِهٖ، مُعْجَبًا بأسلوبِهٖ. فلمَّا تمَّ طبع الكتابِ .. أخذَ الشيخُ ليطالعَهُ، ويزيدَ عليه من أدلةٍ، وأبحاثٍ، ونكاتٍ، وفوائدَ، وغررِ نقولٍ، ما يساويْ بعضُها رحلةً، ويقيِّدُها على هامشه، وطرَرِه، وبين أسطرِه، بكلِّ بابٍ ما يلائمُه، وكلَّما مرَّ عليه شيءٌ له صِلةٌ بالموضوع في مطالعته، قيَّدَهُ هناكَ؛ إمَّا بنقل عبارةٍ، أو حوالةٍ؛ برمزِ صفحةٍ مرقومةٍ إن كان الكتاب مطبوعًا، أو نقلِ لفظِهٖ إن كان مخطوطًا؛ فتارةً بعبارةٍ، وتارةً بإشارةٍ، أو بدا له شيءٌ من تأييدٍ وترديدٍ .. قيَّدَهُ هناك، حتى أصبحتْ صفحةُ الكتابِ كالوشيِ الدَّقِيقِ، فجاءتْ فيه نفائسُ منْ أفكارِهٖ، وبدائعُ من غررِ نقولٍ بكلِّ بابٍ. وكنتُ قدِ اشتغلتُ برهةً بتخريجِ تلكَ الحوالاتِ، واستخراجِ تلكَ العباراتِ بأمرِه، فكانتْ صفحةٌ واحدةٌ من الكتاب تخريجُهُ يملأ عدَّةَ أوراقٍ، وكان يتمنَّى أنْ لو طُبِعَ ذلك التخريجاتُ.. لنفعتْ أهلَ العلم. فهٰذه هي مذكِّرةٌ له، ماثِلةٌ أمامَكَ بنصِّها وفصِّها، بقلم الشيخ نفسِه وخطِّه، فقَامَ المجلسُ العلميُّ في عاصمةِ ''المملكةِ الكبرى الإسلاميةِ'' بتقديمِ هذه المذكِّرةِ في صورتِها الأصليةِ؛ إبقاءً لذكرى هذا الإمامِ الجليلِ، وتخليدًا لمآثرِه الجليلةِ، وتقديرًا لمفاخرِه النبيلةِ، ونفعًا للأمةِ الإسلاميةِ، وحرصًا على حفظِ آثارِه العلمية.''

ترجمہ: ''غیر منقسم ہندوستان کے علماء کو نویں صدی کے بعد ان آخری صدیوں میں علومِ حدیث سے غیر معمولی شیفتگی رہی، جب دیارِ عرب میں ان علوم کے تئیں ضعف پیدا ہونے لگا تھا، اس وقت سرزمینِ ہند کے اہلِ علم نے (علومِ حدیث کے باب میں) ایسی گراں مایہ تصانیف پیش کیں جو تاریخِ علم کی جبیں پر سدا جگمگاتی رہیں گی۔ ان اہلِ علم میں ایک جماعت، ذوقِ حدیث وفقہ اور امہاتِ کتبِ حدیث وسنت میں تخریج شدہ صحیح احادیث کے ذریعے مذہبِ حنفی کی تائید میں نمایاں تھی، شیخ ظہیر احسن نیموی بہاری اسی یگانہ گروہ کا ایک فرد تھے۔

اس دور میں علومِ حدیث میں مشغول ایک طبقہ میں فقیہِ اُمت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے دلائل پر تنقید کا رجحان عام ہوا کہ یہ دلائل صحیح احادیث کے خلاف ہیں۔ اس نقطۂ نظر کے سدّ باب کے لیے شیخ نیمویؒ نے عزم کیا کہ امام موصوف کے مذہب کے موافق دلائل یکجا کیے جائیں، اور اس کتاب کا طرزِ تالیف حافظ مقدسیؒ کی ''العمدة''، مجد الدین ابن تیمیہؒ کی ''المنتقی''، حافظ ابن حجرؒ کی ''بلوغ المرام'' اور خاص طور پر احادیثِ احکام کے موضوع سے وابستہ دیگر کتب کے اسلوب کے مطابق ہو، چنانچہ موصوف نے ''آثار السنن'' کے نام سے دو لطیف جلدوں میں کتاب تصنیف کی، لیکن اسے پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا پائے، بعدازاں انہوں نے کتاب پر علمی تحقیق اور منصفانہ تنقید سے گُندھے ہوئے ٹھوس حواشی قلم بند کیے۔

شیخ نیمویؒ جب کتاب کا کچھ حصہ تالیف کرتے، تو (شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے ایماء پر) اسے محدّثِ کبیر، امامِ عصر، شیخ محمد انور شاہ کشمیریؒ کی خدمت میں ارسال فرماتے، جو علومِ شرعیہ میں تبحّر، دقتِ نظر، اعتدال کا دامن تھامے ذوقِ سلیم، اور فقہاءِ امت کے مذاہب کے تئیں گہری بصیرت کے ساتھ وسیع علم رکھتے تھے، عنفوانِ شباب میں ہی ہندوستان کے گوشے گوشے میں ان کا شہرہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ شیخ کشمیریؒ مسودہ کے متعلق نقد واصلاح اور تکمیل واضافہ کی صورت میں اپنی آراء وافکار کا اظہار کرتے، گویا شیخ کشمیریؒ، کتاب کی تالیف کے سفر میں مصنف کے رفیقِ راہ رہے، (شیخ کی کتاب) ''نیل الفرقدین'' میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔

بلاشبہ شیخ اس کتاب سے شاداں وفرحاں اور اس کے اُسلوب کے گرویدہ تھے، اس لیے جب کتاب زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر سامنے آئی تو حضرت شیخ نے اس کا مطالعہ شروع کیا، اور ہر بحث سے متعلق دلائل وابحاث، نکات وفوائد اور گراں قیمت نصوص کا اضافہ فرماتے رہے، ان اضافات میں سے بعض اس لائق ہیں کہ ان کی خاطر مستقل اسفار کیے جائیں، کتاب کے حواشی اور بین السطور میں ہر باب کے مناسب تحقیقات قلم بند کرتے رہے۔ نیز دورانِ مطالعہ جب

کبھی موضوع سے متعلق کوئی نکتہ سامنے آتا تو اسے اس کتاب کے متعلقہ مقام پر درج فرما لیتے؛ اگر مطبوعہ کتاب ہوتی تو کبھی عبارت نقل کر دیتے، اور کبھی اشارتاً مرقومہ صفحہ کا حوالہ لکھ دیتے، اور مخطوط کتاب کی عبارت ہی نقل کرتے، یوں کبھی عبارت نقل کرتے اور کبھی اشارہ فرما دیتے۔ نیز کبھی متعلقہ بحث کے بارے میں اپنی تحقیق کی روشنی میں تائیدی یا تنقیدی رائے قلم بند فرماتے۔ یوں کتاب کا ایک ایک صفحہ دقیق ریشمی نقش ونگار کا ایک نمونہ بن گیا، اور ہر باب کے متعلق شیخ کے نفیس افکار اور لعل و جواہر کی مانند گراں قدر عبارتیں ان حواشی میں یکجا ہوگئیں۔

ایک زمانہ میں (حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل میں) میں ان حوالہ جات اور عبارات کی تخریج میں مشغول رہا، کتاب کے ایک ایک صفحے کی تخریج کئی کئی اوراق کو بھر دیتی تھی۔ حضرت شیخؒ کی آرزو تھی کہ یہ تخریجات طبع ہو جائیں تو اہلِ علم کے لیے ایک نفع بخش خزانہ ثابت ہوں گی۔

بہر کیف! وہی یادداشت اپنی روح و جوہر کے ساتھ اور حضرت شیخ کے قلم وطرزِ نگارش سے مزین صورت میں آپ کے پیشِ نظر ہے۔ ’’عظیم اسلامی مملکت‘‘ (پاکستان) کے (سابقہ) دار الحکومت (کراچی) میں قائم ’’مجلسِ علمی‘‘ ان یادداشتوں کو ان کی اصل صورت میں پیش کر رہی ہے؛ تاکہ امامِ جلیل کی یادیں زندہ رہیں، ان کے عظیم کارناموں کو دوام حاصل ہو، ان کے قابلِ فخر کمالات کی قدردانی ہو، اُمتِ مسلمہ ان سے فائدہ اٹھائے، اور حضرت شیخ کا علمی ورثہ رہتی دنیا تک محفوظ رہے۔‘‘

۲- شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ

علماءِ دیوبند کے علوم کے قدردان اور عالمِ عرب کے نامور محقّق عالم شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ان اہلِ علم میں سے ہیں جو ان حواشی کی نُدرت وگراں قدری سے شناسا اور ان پر تحقیقی عمل کے لیے علامہ کشمیریؒ کے تلامذہ کو اُبھارتے رہے۔ شیخ موصوف کا درج ذیل اقتباس پڑھیے اور ان کے قلبی اشتیاق کا اندازہ کیجیے:

’’الإتحاف لمذهب الأحناف‘‘: وهو حواشٍ وتعليقات نافعة ماتعة جامعة علّقها الشيخ الكشميري على كتاب ’’آثار السنن‘‘ لعصريِّه المحدِّث المحقّق النِّيموي رحمهما الله تعالٰى، وقد أحسن ’’المجلس العلمي‘‘ صُنعاً بتصوير نسخة الشيخ من كتاب ’’آثار السنن‘‘ المطبوعة في مجلدين، التي ملأ الشيخ بخطِّه الجميل حواشيها وبياضاتها التي بين السطور علماً ثميناً وإحالاتٍ كثيرة غنيَّةً بالتحقيق، وقد سُمِّيَتْ هٰذه التعليقات والحواشي عند ما صوِّرتْ

بعد وفاته: ’’الإتحاف لمذهب الأحناف‘‘.

’’الإتحاف لمذهب الأحناف‘‘: یہ نہایت مفید و جامع تعلیقات ہیں جو حضرت کشمیریؒ نے اپنے ہم عصر محدث، محقق نیمویؒ کی کتاب ’’آثار السنن‘‘ پر تحریر کیے ہیں۔ مجلس علمی نے حضرت شیخؒ کے ’’آثار السنن‘‘ کی دو جلدوں میں مطبوعہ نسخہ کے عکس بنوا کر اچھا (اور مفید) کام کیا ہے، جسے آپ نے بین السطور حواشی لکھ کر قابلِ قدر و محقق معلومات اور بہت سے حوالوں سے بھر دیا ہے اور حضرت کی وفات کے بعد ان حواشی و تعلیقات کا جب عکس لیا گیا تو ’’الإتحاف لمذهب الأحناف‘‘ نام رکھا گیا۔‘‘(٦)

شیخ ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر رقم طراز ہیں:

’’... تخريجُ حوالاتِها وتبويبُها وتنسيقُها دينٌ ثقيلٌ في عنُقِ أصحابِ الشيخِ وتلامذتِه الأفاضل، لا تبرأ ذِمَّتهم إلا بإنجازِه. وكنتُ اقترحتُ على مؤسِّسِ ’’المجلسِ العلميّ‘‘ رجلِ الخير والبرّ، المفضالِ، الحاج محمد بن موسٰى ميان السِّمْلَكِيّ الإفريقي تأليفَ لجنةٍ من أصحاب الشيخ وتلامذته أبقاهم الله تعالٰى؛ ليقوموا خاصَّةً بتنسيقِ هذه التعليقاتِ والحواشي؛ فإنهُ لايستطيعُ النهوضَ بهٰذا الواجبِ العظيمِ أحدٌ غيرُهم، وهم الذين صاحَبُوا الشيخَ، وتلقَّوا أفكارَهُ، وعرفوا مقاصدَهُ. ثم جدَّدتُ هذا الاقتراحَ على نجلِ ذٰلك المحسن الكريم، الأخ الفاضل الشيخ إبراهيم، حين تفضَّل بزيارتي في ’’حلب‘‘، عَقِبَ عودتِه من الحجِّ إلى بيت الله هذا العام، فوعَد خيرًا واستبشرنا خيرًا.

وأعودُ فأقول: أداءُ هذا الحقِّ لا يزال ممطولًا من تلامذةِ الشيخِ الصدورِ البدورِ. وأرجو أن تكونَ كلمتِي هٰذه - وهي موجَّهةٌ إليهم جميعًا - دافعًا جديدًا للقيام بقضَاءِ هٰذا الدَّين، وأخصُّ بالمطالبةِ به علٰى وجهٍ أخصَّ أستاذَنا وبركـتَنَا أبا المحاسِنِ، العلامةَ الموهوب، الشيخ محمد يوسف البنوري؛ فإنهُ على كثرةِ أعماله النافعةِ، وخدماتِه الإسلامية والعلمية، آتاه الله من الصبر والدأب والعون ما يُمَكِّنُه النهوضَ بهٰذه المأثرة الباقية.

وإن تنسيقَ ’’الإتحاف‘‘ إتحافٌ يجعلُ الهمامَ الفاضلَ الناهضَ به في مناجاةٍ دائمةٍ، وسَمرٍ علميٍّ مستمرٍّ مع الشيخ الأنور - قُدِّسَ سِرُّه العزيز - وما أظنُّ السادةَ النُّجُب، تلامذة الشيخ - بارك الله فيهم - بمفرِّطين بهٰذا

’’الإتحاف‘‘، ولا بمُعرِضِين عن استعادةِ تلك الذكريات الغالية الحبيبة إلٰى قلوبهم؛ إذ كانوا يسمعونَ كلام الشيخ إمامِ العصر أو يخدمونه، ولابمُتَخَلِّفين عن ذٰلك العمل الجليل، الذي يُقرَنُ اسمُ القائم بهٖ باسمِ الشيخ إمام العصر على وجه الدهر. وهو إلى هٰذا يعدُّ من خير العمل الذي يدَّخره المؤمن لآخرتهٖ، وإنا لمنتظرون.‘‘(۷)

ترجمہ: ’’ان (حواشی میں درج) حوالہ جات کی تخریج، تبویب اور ترتیب، شیخ کے فاضل شاگردوں کے ذمہ ایک بھاری قرض ہے، اس کام کی تکمیل کر کے ہی وہ ذمہ داری سے عہدہ برا ہوسکتے ہیں۔ میں نے ’’مجلسِ علمی‘‘ کے بانی، صاحب خیر وصاحب فضل واحسان، حاجی محمد بن موسیٰ میاں سملکی افریقیؒ کو تجویز دی تھی کہ شیخ کے تلامذہ (اللہ تعالیٰ انہیں طویل حیات عطا فرمائے) کی ایک کمیٹی بنائیں؛ تاکہ وہ ان حواشی وتعلیقات کو مرتّب کریں؛ کیونکہ اس عظیم ذمہ داری کو ان کے علاوہ کوئی بھی نہیں اُٹھا سکتا، وہ شیخ کی صحبت میں رہے، خود ان سے براہِ راست ان کے آراء وافکار حاصل کرتے رہے، اور ان کی مراد ومقصد سے آگاہ ہیں۔ بعدازاں میں نے ان محسن کریم کے فرزند، برادرِ فاضل، شیخ ابراہیم (بن محمد موسیٰ میاں) کے سامنے دوبارہ یہ تجویز رکھی، جب انہوں نے اس سال حج بیت اللہ سے لوٹتے ہوئے ’’حلب‘‘ میں مجھے ملاقات کا شرف بخشا، انہوں نے بھی وعدہ کیا اور ہم پُرامید ہوئے۔

میں دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ شیخ کے سربرآوردہ اور بلند پایہ شاگردوں کی جانب سے تاحال اس ذمہ داری کی ادائیگی میں تاخیر برتی جارہی ہے، مجھے اُمید ہے کہ میری یہ تحریر (جو ان سب حضرات سے مخاطب ہے) اس قرض کی ادائیگی کے لیے ایک نئی تحریک پیدا کرے گی، اور میں خاص طور پر اپنے استاذ اور ہمارے لیے باعثِ برکت، صاحبِ محاسن، باکمال علامہ، شیخ محمد یوسف بنوریؒ سے یہ مطالبہ کرتا ہوں؛ کیونکہ مفید اُمور اور اسلامی وعلمی خدمات کی کثرت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں صبر واستقامت اور خاص مدد سے نوازا ہے، جس کی بدولت ایسے کارناموں کی ادائیگی ممکن ہوتی ہے۔

’’الإتحاف‘‘ کی ترتیب وتنسیق ایک تحفہ ہے، اس ذمہ داری کو نبھاتا فاضل گویا دائمی طور پر شیخ انور قدّس سرُّہ العزیز سے سرگوشیوں اور علمی گفتگو میں مشغول رہے گا۔ مجھے اُمید ہے کہ شیخ کے باکمال تلامذہ (اللہ تعالیٰ انہیں برکتوں سے نوازے) اس ’’تحفہ‘‘ کو پیش کرنے میں کوتاہی نہیں

کریں گے، اور (اپنے شیخ سے جُڑی) قیمتی اور مَن پسند یادوں کو اپنے دل ودماغ میں دُہرانے سے پس وپیش نہ کریں گے؛ جب وہ اپنے شیخ امامِ عصر کے کلام کو سنتے اور ان کی خدمت میں مشغول رہتے تھے، نیز اس عظیم عمل کی تکمیل میں پیچھے نہ رہیں، جس کو سرانجام دینے والے کا نام تا اَبد حضرت شیخ امامِ عصر کے نام کے ساتھ زندہ رہے گا، اور ساتھ ہی ایک مومن کی جانب سے اپنی آخرت کے لیے ذخیرہ کے طور پر بہترین عمل ہوگا، ہم منتظر رہیں گے۔''

۳-مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور شاگرد اور اُن کے علوم کے قدر شناس، مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں:

''اس وقت اس عریضے کا داعیہ مولانا موسیٰ میاں صاحب کے تحفے ''الإتحاف'' کو دیکھ کر پیدا ہوا، انہوں نے مجھے بھی ایک نسخہ عنایت فرمایا ہے۔ اگر شروع میں تقریظ، اور آپ کے قلم سے نہ ہوتی، اور مجھے یہ معلوم نہ ہوا ہوتا کہ آپ نے ان حوالوں کی تخریج اور ان عبارتوں کے استخراج کا کام حضرت استاذ (مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ) کے امر سے کیا بھی تھا، تب بھی میں آپ ہی کو لکھتا کہ خدا کے لیے یہ کام کرکے اس مقفل خزانہ کو اہلِ علم کے لیے قابلِ استفادہ بنا دیجیے۔ مولانا موسیٰ میاں کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، انہوں نے اپنا کام کر دیا، اور کام آپ کا اور صرف آپ کا باقی ہے، آپ کے سوا کوئی نہیں ہے جو اس خدمت کو انجام دے سکے۔ مطالعہ کرکے میں نے دونوں باتیں محسوس کرلیں: ایک یہ کہ حضرت استاذؒ کے علم ومطالعہ کا بڑا قیمتی حصہ اس خزانہ میں محفوظ ہے اور دوسری یہ کہ موجودہ شکل میں اس سے استفادہ مجھ جیسے بھی بہت ہی کم کرسکیں گے۔ (۸)

''الإتحاف'' کے متعلق نیز دیکھیے: مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے مزید آگاہی کے لیے دیکھیے مولانا موصوف کا مضمون: ''ایک بیش بہا علمی تحفہ-الإتحاف''، ماہنامہ نقش، دیوبند، بابت شمارہ ذوالحجہ ۱۳۷۹ھ مطابق جون ۱۹۶۰ء۔ اس مضمون میں کتاب کا عمدہ تعارف ہے، یہاں صفحات میں گنجائش ہوتی تو مکمل نقل کردیا جاتا۔

۴-مولانا سید احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

’’کتاب مذکور کے مطبوع نسخے پر بھی حضرت شاہ صاحبؒ نے بہت بڑی مقدار میں تعلیقات لکھیں، جن کی وجہ سے یہ مجموع بیش قیمت حدیثی ذخیرہ بن گیا ہے۔ اگر کتاب ’’آثار السنن‘‘ ان تعلیقاتِ انوری کے ساتھ مُرتَّب ومُزیَّن ہوکر شائع ہوجائے، تو امید ہے کہ آخرِ ’’کتاب الصلاۃ‘‘ کے مسائل کی محدّ ثانہ تحقیق حرفِ آخر ہوکر منظرِ عام پر آجائے گی، کام بڑا اہم ہے، کاش! حضرت کے خصوصی تلامذہ اور اصحابِ خیر توجہ کریں۔‘‘(۹)

۵-مولانا محمد انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے لائق صاحب زادے مولانا انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ان حواشی کے متعلق اپنے تأثرات یوں قلم بند کیے ہیں:

’’موصوف (علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ) نے (’’آثار السنن‘‘ کی) دونوں جلدوں پر نہایت قیمتی وفاضلانہ حواشی درج فرمائے، جن میں ہزار ہا ہزار کتابوں کے بقیدِ صفحات حوالے موجود ہیں، یہ **’’مرحوم کی زندگی کا حاصل اور حنفیت کی تائید واستحکام کی مضبوط کوشش ہے‘‘**، مگر افسوس کہ عوام، بلکہ خواص بھی اس سے استفادہ نہیں کر سکتے، کاش کہ حضرتؒ کا کوئی شاگرد؛ خصوصاً مولانا یوسف بنوری اس طرف توجہ فرمائیں۔‘‘(۱۰)

۶-مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

ماضی قریب کے عظیم محقّق اور ناقد، استاذِ محترم مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم صاحب چشتی رحمۃ اللہ علیہ (فاضلِ دارالعلوم دیوبند، تلمیذِ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ) ’’الإتحاف‘‘ کے متعلق رقم طراز ہیں:

’’یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ انور شاہؒ کی تحقیقات اور اضافۂ معلومات کا دائرہ، محدث نیمویؒ کے مذاق تک محدود رہا ہے۔ موصوف نے متونِ احادیث، اسنادِ رجال اور جرح وتعدیل سے متعلق وہی تحقیقات پیش کی ہیں جو محدث نیمویؒ کے مذاق کے مطابق تھیں، فقہ حدیث کی بحثیں، حقائق، معارف، اسرار، بلاغت اور توجیہاتِ حدیث سے بہت ہی کم اعتناء کیا ہے، پھر بھی یہ اضافہ اصل سے دُگنا تِگنا ہوگیا ہے۔‘‘(۱۱)

۷-مولانا سید سلیمان بنوری زید مجدہٗ

’’الإتحاف‘‘ کے متعلق استاذِ محترم مولانا سید سلیمان بنوری زید مجدہٗ کی تعارفی تحریر کا درج ذیل

اقتباس پڑھیے:

’’علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ان حواشی کا یہ مقام ومرتبہ اس وجہ سے بھی ہے کہ آپ کی تالیفات میں سے یہی ایک تالیف ہے جو طہارت، صلاۃ اور جنائز تک کے تمام ابواب کو محیط ہے۔ اس کے علاوہ دیگر کاوشیں یا املائی تقاریر ہیں، یا رفع الیدین و فاتحہ خلف الامام وغیرہ جیسے فروعی مسائل پر مشتمل ہیں، اور اس کا یہ مقام کیونکر نہ ہو، جبکہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فروعی مسائل میں اپنے تالیف کردہ رسائل میں بھی تفصیلی کلام کے لیے جابجا اپنے ان حواشی کا حوالہ دیا ہے، لہٰذا اس کی اشاعت بلا شک وشبہ علامہ کی دہائیوں پر محیط تحقیقات کا وہ قرض ہے جو قریباً ایک صدی سے اہلِ علم کے ذمے تھا، اور جس کی ادائیگی کی فکر تقریباً پون صدی سے اکابر اہلِ علم کو دامن گیر رہی، اور علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد تلامذہ: حضرت والد ماجد، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا سید احمد رضا بجنوری، نیز مولانا انظر شاہ کشمیری اور نامور محقق عالم شیخ عبد الفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہم جیسے کبار اہلِ علم زندگی بھر آرزومند رہے کہ تحقیق وتخریج اور تبویب وترتیب کے بعد اُنہیں شائع کیا جانا چاہیے۔‘‘(۱۲)

حواشی وحوالہ جات

۱- نقشِ دوام، ص: ۱۸۳، ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان، نفحة العنبر، ص: ۹۲-۹۳، مجلس علمی۔

۲- نقشِ دوام، ص: ۱۸۵۔ ۳- ایضاً۔ ۴- نقشِ دوام، ص: ۱۸۸۔

۵- بطور نمونہ دیکھیے: ’’نيل الفرقدين‘‘، ’’فصل في معنى رفع الدين‘‘ (ص: ۲۴۹)، ’’كشف الستر‘‘ (ص: ۸، ۴۰، ۴۸)، ’’مجموعة رسائل الكشميري‘‘، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، پاکستان۔

۶- مقدمہ: التصريح بما تواتر في نزول المسيح، ص: ۳۰، ۳۱، تحقیق شیخ عبد الفتاح ابوغدہ، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب۔

۷- مقدمہ: التصريح بما تواتر في نزول المسيح، ص: ۳۱۔

۸- مکتوب حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ بنام حضرت مولانا بنوریؒ، ماہنامہ بینات، ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ۔

۹- انوار الباری، ج: ۲، ص: ۴۵۱، ۴۵۲، ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، پاکستان۔

۱۰- نقشِ دوام، ص: ۱۸۸، ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان۔

۱۱- تقدسِ انور، ص: ۲۶۹، مقالہ: ’’امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ‘‘، از مولانا محمد عبد الحلیم چشتیؒ، جامعہ عربیہ احسن العلوم، کراچی۔

۱۲- ماہنامہ بینات، جمادی الاولیٰ، ۱۴۴۷ھ۔

(جاری ہے)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے تفسیری اقوال سے استفادے کا منہج

مولانا ڈاکٹر فہد انوار
اسلام آباد

سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما اپنے علمی مقام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے ممتاز ترین افراد میں سے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت آپؓ کی عمر تیرہ برس تھی۔ بعد میں آپ ایک طویل عرصہ زندہ رہے اور اپنے علمی فیوضات سے اُمت کو فائدہ پہنچاتے رہے، چنانچہ آپؓ کے شاگردوں میں تابعینؒ کی ایک جماعت ہے جو اپنے علم وفضل میں یکتا ہے۔

آپ کے تذکرہ نگار آپ کو ترجمان القرآن، بحر العلم (علم کا سمندر) اور حَبر الامہ (اُمت کا بڑا عالم) کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ امامِ تفسیر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما اپنے علم کی کثرت کی وجہ سے بحر العلم (علم کا سمندر) کہلائے جاتے تھے۔ (مستدرک للحاکمؒ، ذکر عبداللہ بن عباسؓ، رقم: ۶۲۸۵)

ترجمان القرآن آپ کا ایسا لقب ہے جس سے ایک روایت کے مطابق خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو سرفراز فرمایا، چنانچہ ابونعیم اصبہانیؒ ''معرفۃ الصحابۃؓ'' میں اپنی سند سے بیان کرتے ہیں:

''عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ، قَالَ: دَعَا لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْرٍ كَثِيْرٍ، وَقَالَ: نِعْمَ تَرْجُمَانُ الْقُرْاٰنِ اَنْتَ.''

''حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خیرِ کثیر کی دعا دی اور ارشاد فرمایا کہ: تو کتنا اچھا قرآن کا مفہوم بیان کرنے والا ہے۔''

(معرفة الصحابةؓ، ۱۷۰۱/ ۳، حديث: ٤٢٥٤)

اس ممتاز علمی مقام کی اصل وہ دعا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے حضرت ابنِ عباسؓ

کے حق میں کی گئی تھی۔ سیدنا ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ: میں اپنی خالہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کی ضرورت ہوئی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پانی کا برتن رکھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کس نے رکھا؟ اُم المؤمنین نے فرمایا: ابنِ عباس نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر دعا دی:

''اللّٰهم فقهه في الدين وعلّمه التأويل'' (الإصابة: ١٢٤/ ٤، دارالكتب العلمية)

''اے اللہ! اسے دین کی سمجھ دے اور قرآن کی تفسیر سکھا دے۔''

حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، میری پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور مجھے دعا دی:

''اللّٰهمّ علّمه الحكمة وتأويل الكتاب.''(الإصابة: ١٢٤/ ٤، دارالكتب العلمية)

''یا اللہ! اسے حکمت اور قرآن کی تفسیر سکھایئے۔''

چنانچہ اس دعا کی برکت سے آپ کو علومِ قرآنی، علوم الحدیث، فقہ، لغتِ عرب وغیرہ سے وافر حصہ ملا۔ بالخصوص تفسیرِ قرآن میں آپ کو وہ بلند مقام ملا کہ ترجمان القرآن کا لقب آپ کے ساتھ خاص ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جن حضرات کو تفسیرِ قرآن میں خصوصیت حاصل ہے اور جن کے اقوال کو بعد میں آنے والے اہلِ علم نے نقل کیا ہے، مندرجہ ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

۳- حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ

ان میں بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیرِ قرآنی کے متعلق روایات کثرت سے نقل کی گئی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ابنِ عباسؓ قرآن کے بہترین مفسر ہیں۔'' (مستدرك للحاكمؒ، ذكر عبدالله بن عباسؓ، رقم: ٦٢٩١)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے علم کے کس قدر مدّاح تھے، اس کا اندازہ ان کے اس توصیفی ارشاد سے ہوتا ہے:

''اگر ابنِ عباس رضی اللہ عنہما ہماری عمروں کو پا لیتے تو ہم اُن کے علم کے دسویں حصے کو بھی نہ پا سکتے، (چونکہ کبار صحابہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اور علم سیکھنے کا موقع زیادہ ملا تھا)۔''

(الاستيعاب، ج:٣، ص:٩٣٥، دارالجيل، بيروت)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اکابر صحابہؓ کی موجودگی میں کم عمر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے سورۃ النصر کی تفسیر پوچھی اور پھر اس پر اطمینان کا اظہار کیا جو ابنِ عباسؓ کی تفسیر میں مہارت کا واضح ثبوت ہے۔

عمرو بن حبشیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک آیت کے متعلق پوچھا، انہوں نے مجھے کہا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤ، باقی رہ جانے والے لوگوں میں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والے علم سے سب سے زیادہ واقف ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر

علمِ تفسیر میں آپؓ کی جلالتِ شان کے باوصف آپ کے تفسیری اقوال کو خصوصی ترجیح حاصل ہے۔ تاہم اس معاملے میں آپ سے منقول تفسیر کی سندی حیثیت پر نظر رکھنا بھی ضروری ہے، کیونکہ بسا اوقات ایک میدان کے ''مسلّم الثبوت'' شخصیت کی طرف ایسی باتوں کی نسبت کردی جاتی ہے جن سے وہ بری ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے تفسیری ارشادات میں اُن کو ترجیح ہوگی جو حدیث کی ''مسلّم الثبوت'' کتب میں منقول ہیں اور جن کو نقدِ حدیث کے مختلف پیمانوں پر پرکھا جاچکا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تفسیری ارشادات پر مشتمل ایک کتاب ''تنویر المقباس من تفسیر ابن عباسؓ'' کے نام سے شائع ہوئی ہے، جسے ابو طاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادیؒ صاحب ''قاموس المحیط'' نے جمع کیا ہے، مصر سے کئی دفعہ شائع ہوئی۔ پاکستان سے بھی شائع ہوچکی ہے، عام طور پر اسے تفسیرِ ابنِ عباسؓ کہا جاتا ہے۔ اس تفسیر کے حوالے سے علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا تجزیہ استاذِ محترم حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کے قلم سے ملاحظہ فرمایا جائے:

> ''ہمارے زمانے میں ایک کتاب ''تنویر المقباس في تفسیر ابن عباسؓ'' کے نام سے شائع ہوئی ہے، جسے آج کل عموماً ''تفسیر ابن عباسؓ'' کہا اور سمجھا جاتا ہے، لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف اس کی نسبت درست نہیں، کیونکہ یہ کتاب ''محمد بن مروان السدي عن محمد بن السائب الکلبي عن أبي صالح عن ابن عباسؓ'' کی سند سے مروی ہے، جسے محدثین نے ''سلسلة الکذب (جھوٹ کا سلسلہ)'' قرار دیا ہے، لہٰذا اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔'' (علوم القرآن، ص: ۴۵۸)

واضح رہے کہ ''سلسلة الکذب (جھوٹ کا سلسلہ)'' کی ترکیب، محدثین کے نزدیک ''سلسلة الذھب'' (سونے کا سلسلہ/سونے کی زنجیر) کے مقابلے میں تخلیق کی گئی ہے۔

سلسلة الذهب (سونے کی زنجیر) کی سند یوں ہے:

’’الشافعي عن مالك عن نافع عن ابن عمرؓ‘‘

واضح رہے کہ یہ تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خود کی تحریر کردہ نہیں ہے، جیسا کہ عموماً تأثر دیا جاتا ہے، بلکہ یہ تفسیر ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیر وزآبادی الشافعی (المتوفی: ۸۱۷ھ) کی تالیف ہے، جس میں انہوں نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے تفسیری اقوال ’’كلبي عن أبي الصالح‘‘ کی روایت سے نقل کیے ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: کلبی کی تفسیر اول سے لے کر آخر تک سب جھوٹ ہے، اس کو پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔ (ازالۃ الریب، حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ، ص:۳۱۶، ۳۱۷، بحوالہ تذکرۃ الموضوعات:ص:۸۲)

علامہ محمد طاہر الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ کمزور ترین روایت فنِ تفسیر میں ’’كلبي عن أبي صالح عن ابن عباسؓ‘‘ ہے اور جب اس کے ساتھ ’’محمد بن مروان السدي الصغير‘‘ بھی مل جائے تو پھر تو یہ جھوٹ کا ایک پلندہ ہے۔ (ایضاً، بحوالہ تذکرۃ الموضوعات، ص:۸۲ . إتقان، ج:۲، ص:۱۸۹)

ایک سوال

جب رئیس المفسرین عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب تفسیر قابلِ اعتماد نہیں تو آپ کے تفسیری اقوال سے استفادے کی کیا صورت ہو؟

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب تمام اقوال کو محدثین کے اصولِ حدیث پر پرکھا جائے گا۔ توثیق وتضعیف اور رواۃ کی جرح وتعدیل کے انہی پیمانوں کو استعمال کیا جائے گا جو دیگر احادیث کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ جس طرح کتبِ احادیث میں نقل کردہ دیگر احادیث کی سند کو دیکھا جاتا ہے، ایسے ہی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ تفسیر کی سند کو دیکھ کر صحت وسقم کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اس حوالے سے جہاں طریق ’’محمد بن مروان السدی عن الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباسؓ‘‘ کو ’’سلسلة الكذب‘‘ قرار دیا ہے، وہاں ہمارے دور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے حوالے سے اہم اور گرانقدر کام ایسے بھی ہوئے ہیں جن کے ہوتے ہوئے ’’تنویر المقیاس‘‘ نامی تفسیر کی ضرورت نہیں رہتی۔

کتاب ’’تفسير ابن عباسؓ ومروياته في التفسير من كتب الستة‘‘ مؤلف:

عبدالعزیز بن عبداللہ الحمید ی۔

دوسری کتاب ''ابن عباسؓ ومنهجهُ في التفسير، وتفسيراته الصحيحة في الثلث الأول من القرآن'' مؤلف: آدم محمد علی۔

''تفسير ابن عباسؓ ومروياته في التفسير من كتب السنة'' کے مؤلف ڈاکٹر عبدالعزیز بن عبداللہ الحمیدی نے کتبِ ستہ سے ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیری روایات کو جمع کیا ہے اور ان کی سند پر بحث بھی کی ہے، اس کو جامعہ ام القریٰ نے شائع کیا ہے۔ یہ درحقیقت دکتوراہ (پی ایچ ڈی) کا مقالہ ہے جس میں ہر روایت پر شراحِ حدیث کے نقد کو ذکر کر کے مقام و مرتبے کا تعین کیا گیا ہے۔ تفسیرِ قرآن کی یہ ایک گرانقدر خدمت ہے اور اس سے حضرت ابنِ عباسؓ کے صحیح تفسیری اقوال تک رسائی ہوتی ہے۔ اس کتاب کے مقدمے میں محقق دکتور عبدالعزیز الحمیدی نے حضرت ابنِ عباسؓ کی تفسیر یعنی ان کی طرف منسوب تفسیری اقوال کو اخذ کرنے کے حوالے سے اہلِ علم میں تین رجحانات ذکر کیے ہیں، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

①-ایک طبقہ وہ ہے جس نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہر تفسیر کو لیا، مثلاً مفسرین میں سے ثعلبیؒ اور واحدیؒ، لہٰذا ان حضرات کی تفسیر میں بہت سی موضوع روایات بھی شامل ہو گئیں۔

②-دوسرا طبقہ وہ ہے جس نے حضرت ابنِ عباسؓ سے منسوب ان ہی روایات کو لیا جن کی نسبت حضرت ابنِ عباسؓ سے صحیح طور پر ثابت ہوئی۔ تاہم اس طبقے نے حضرت ابنِ عباسؓ کی مرویات میں سے تھوڑی روایات کو لیا، مثلاً امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ۔

③-تیسرا طبقہ وہ ہے جس نے احادیثِ موضوعہ سے بوجہ ان کے رواۃ کے جھوٹ میں مشہور ہونے کی بنا پر اجتناب کیا ہے، لیکن انہوں نے صحیح اور ضعیف روایت کو خلط ملط کر دیا ہے، جیسے وہ مفسرین جنہوں نے اپنی تفاسیر میں صحابہؓ و تابعینؒ کی تفاسیر نقل کرنے کا اہتمام کیا، جیسا امام ابنِ جریر و ابنِ حاتم ؒ نے کیا۔ علمائے حدیث میں سے جن حضرات نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے کچھ حصے نقل کیے، ان میں امام احمد، عبدالرزاق صنعانی، ترمذی، حاکم و بیہقی رحمہم اللہ ہیں۔ متاخرین مفسرین میں سے بڑی تعداد نے ان روایات کو بلا تمیز نقل کر دیا ہے، البتہ بعض مفسرین عقائد و احکام جیسے اہم موضوعات کی آیات سے متعلق روایات کا ضعف ظاہر کر دیتے ہیں، جیسا کہ حافظ ابنِ کثیرؒ کرتے ہیں۔ (مقدمہ تفسیر ابن عباسؓ، شیخ د-عبدالعزیز الحمیدی، جامعہ ام القریٰ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے تفسیری اقوال کو ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ان میں سے جید ترین علی بن طلحہ ہاشمیؒ کا طریق ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں بھی اکثر اسی طریق پر اعتماد کیا ہے۔ علی بن طلحہؒ کا سماع ابنِ عباسؓ سے ثابت نہیں، بلکہ وہ ابنِ عباسؓ کے

شاگردوں حضرت مجاہدؒ یا حضرت سعید بن جبیر سے ابنِ عباسؓ کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ حافظ ابنِ حجرؒ فرماتے ہیں کہ واسطہ جان لینے کے بعد جبکہ وہ ثقہ بھی ہو' کچھ مضر نہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: مصر میں تفسیر کا ایک صحیفہ ہے جسے علی بن طلحہؒ نے روایت کیا ہے، اگر آدمی اس کے لیے مصر کا سفر کرے تو ایک بڑی چیز کا ارادہ کرنے والا ہوگا۔ (الإتقان، ٢٣٧/ ٤، الهيئة المصرية)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے ماخذ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر اور ان کے علم کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی، ان کی تفسیر کے ماخذ درج ذیل ہیں:

① - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کردہ علم
② - صحابہ کبار رضی اللہ عنہم سے حاصل کردہ علم
③ - لغتِ عرب اور شعرِ جاہلی سے استشہاد۔

علمی منہج

عبیداللہ بن ابی یزید کہتے ہیں کہ حضرت ابنِ عباسؓ سے جب کوئی سوال کیا جاتا تو اگر اس کا جواب قرآن میں پاتے تو بتادیتے، پھر اگر قرآنِ کریم میں نہ پاتے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اس کے متعلق پاتے تو خبر کردیتے، اگر حدیثِ رسول میں بھی اس کا جواب نہ پاتے تو حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا کوئی جواب اس کے متعلق ہوتا تو دے دیتے، ورنہ اپنی رائے ظاہر فرماتے۔

عبداللہ بن بریدہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہا۔ آپؓ نے فرمایا کہ تو مجھے برا کہتا ہے، حالانکہ مجھ میں تین خصلتیں ہیں:

❶ - ایک یہ کہ میں مسلمانوں کے کسی حاکم کو عدل کے ساتھ فیصلہ کرنے والا پاتا ہوں تو اس سے محبت کرتا ہوں، حالانکہ میں خود اس کے پاس شاید کبھی بھی فیصلہ لے کر نہ جاؤں۔

❷ - دوسری یہ کہ جب میں مسلمانوں کے کسی شہر میں بارش ہونے کا سنتا ہوں تو باوجود یہ کہ میرے وہاں مویشی نہیں ہوتے، پھر بھی مجھے خوشی ہوتی ہے۔

❸ - تیسری یہ کہ جب میں قرآن کریم کی کسی آیت کو پڑھتا ہوں تو میرا دل چاہتا ہے کہ اس آیت کے متعلق ہر مسلمان کے پاس ایسا ہی علم ہو، جیسا میرے پاس ہے۔ (الإصابة: ١٢٩/ ٤)

تفسیرِ قرآن میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے خصوصی تلامذہ

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے دینی علوم کی تمام شاخوں میں کمال عطا کیا گیا تھا۔ تاہم تفسیرِ قرآن آپ کا خصوصی میدان تھا، آپ سے تفسیری روایات اور دیگر احادیث کثرت کے ساتھ نقل کی گئی ہیں۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ سے نقل کردہ احادیث کی تعداد ۱۶۶۰ ہے، جن میں سے ۷۵ صحیح بخاری و مسلم میں موجود ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۳/۳۵۹، رسالہ)

آپ کے شاگردوں میں تابعین کی ایک بڑی جماعت ہے۔ ان میں سے بعض تلامذہ کو تفسیرِ قرآن کے حوالے سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ انہیں مفسرین کے اس طبقے میں شمار کیا جاتا ہے، جسے اہلِ مکہ کہا جاتا ہے۔ اس طبقہ کو تفسیرِ قرآن میں سب سے زیادہ جاننے والا (أعلم الناس بالتفسير) کا شرف حاصل ہے۔ تابعینِ کرام کے اس طبقے میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے خصوصی اصحاب مجاہد بن جبر، سعید بن جبیر، عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ، طاؤس اور عطاء بن ابی رباح رحمہم اللہ شامل ہیں۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

طلبہ کے حقوق

مولانا عصمت اللہ نظامانی
متخصصِ جامعہ

احادیثِ نبویہ اور اسلاف کے فرمودات کی روشنی میں

حضراتِ اساتذہ کرام کے حقوق اور ان کے ادب واحترام سے متعلق معاشرہ میں کچھ حد تک شعور بیدار کردیا گیا ہے، اور طلبۂ عظام کو اس بارے میں اچھی آگاہی دی گئی ہے، بلکہ اس موضوع پر کئی کتابیں، مضامین اور مقالات لکھے جاچکے ہیں، جن سے استاذ کی اہمیت اور عزت وعظمت معلوم ہوتی ہے، اور والدین وسرپرست حضرات بھی اپنے بچوں کو استاذ کے بلند مقام ومرتبہ کے بارے میں بتاتے رہتے ہیں، مگر طالب علموں کے کیا حقوق ہیں؟ ان کی تکریم وتوقیر سے متعلق احادیث وآثار میں کیا تعلیمات آئی ہیں؟ ہمارے اسلاف واکابر اپنے شاگردوں کے ساتھ کس طرح معاملہ کرتے تھے؟ اس بارے میں افسوس ناک حد تک علم وآگہی کی کمی دیکھنے میں آرہی ہے۔

طلبہ کے حقوق سے ناآشنائی وناواقفی کے بدنتائج آئے دن اخبارات ودیگر ذرائع ابلاغ وغیرہ میں پڑھنے اور سننے کو ملتے رہتے ہیں، خصوصاً کچھ عصری تعلیم کے اداروں اور بعض مکاتبِ قرآنی میں طلبہ کے حقوق کی پامالی ناگفتہ بہ حالت تک پہنچ چکی ہے، چنانچہ کہیں تو چھوٹے بچوں کو انتہائی بربریت وسفاکی کے ساتھ مارکٹائی کرکے شہید کردینے کی خبریں گردش کررہی ہیں، تو کہیں شاگردوں کے جنسی استحصال اور ان پر ذہنی وجسمانی بہیمانہ تشدد اور انسانیت سوز مظالم کی شہادتیں موصول ہورہی ہیں۔

ان حالات میں ہمیں چاہیے کہ اسلامی تعلیمات اور اپنے اسلاف کے فرمودات کی روشنی میں علم حاصل کرنے والے طلبہ کرام کے حقوق، ان کی توقیر اور اعزاز واکرام سے حضرات معلمین واساتذہ کو آگاہ کریں، اور معاشرے کو معزز طلبہ کی عظمت ورفعتِ شان سے آشنا کریں۔

متعلمین سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل

معلّمی اور تدریس محض ایک پیشہ نہیں، بلکہ کارِ نبوت اور بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصد ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے: ''إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً''،(۱) یعنی ''مجھے معلم اور سکھانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔'' لہٰذا استاذ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے پیشہ اور فریضۂ تدریس کے تقدّس کا لحاظ رکھے، اور ان امور سے بالکل اجتناب کرے، جن سے اس تقدس کی پامالی ہوتی ہو۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کے ساتھ متصف ہونے کی کوشش کرے، اور اسی نہج اور طریقہ پر تدریسی خدمت سرانجام دے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے، چنانچہ جب ہم سیرتِ طیبہ میں دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طلبہ اور سیکھنے والوں کے ساتھ انتہائی شفقت کا معاملہ فرماتے اور ان کے ساتھ ایک والد کی طرح پیش آتے تھے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے: ''إنما أنا لكم بمنزلة الوالد أعلمكم.''(۲) یعنی ''میں تمہارے حق میں باپ کی طرح ہوں، میں تمہیں تعلیم دیتا ہوں۔''

اور ابن ماجہؒ کی روایت کے الفاظ ہیں: ''إنما أنا مثل الوالد لولده أعلمكم.''(۳) یعنی ''میں تمہارے لیے ایسا ہی ہوں جیسا باپ اپنی اولاد کے لیے، میں تمہیں تعلیم دیتا ہوں۔''

لہٰذا اساتذۂ کرام کو بھی سنتِ نبویہ پر عمل کرتے ہوئے اپنے طلبہ کے ساتھ شفقت، اپنائیت کا برتاؤ کرنا چاہیے، اُن کے ساتھ غیروں اور نوکروں جیسا رویہ اختیار کرنا، ان پر بے جا سختی، اور جسمانی تشدد کرنا، انہیں سب وشتم اور زہرخندہ الفاظ کے گھاؤ لگانا، یا خادموں کی طرح اپنے ذاتی کام طلبہ سے کرانا سراسر غلط اور تعلیمِ نبوی سے روگردانی اور اپنے مقدس پیشہ سے بے وفائی ہے۔

طلبہ کے بارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت

طالبِ علم کی اس سے بڑی فضیلت کیا ہوگی کہ دونوں جہانوں کے سردار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود معلّمین حضرات کو طلبہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی نصیحت، اور اُن کے ساتھ بھلائی وخیرخواہی کا معاملہ کرنے کی ترغیب دی ہے، چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

''يأتيكم رجال من قبل المشرق يتعلمون فإذا جاءوكم فاستوصوا بهم خيرًا، قال: فكان أبو سعيد إذا رآنا قال: مرحبًا بوصية رسول الله صلى الله عليه وسلم.''(۴)

ترجمہ: ''مشرق کی جانب سے بہت سے لوگ تمہارے پاس علم حاصل کرنے کے لیے آئیں

گے، جب وہ تمہارے پاس آئیں تو انہیں بھلائی کی وصیت کرنا۔ راوی کہتے ہیں کہ ابوسعیدؓ جب ہمیں دیکھتے تو فرماتے کہ: رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مطابق تمہیں خوش آمدید (مرحبا) ہو۔''

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے نزدیک عالم اور طالبِ علم کا ثواب برابر

ایک عالم جس نے محنت ومشقت کے ذریعے علم حاصل کیا، اس کو پاکی ناپاکی، حلال حرام، جائز ناجائز، اچھی بری وغیرہ چیزوں کا علم ہے، وہ باآسانی اپنے علم پر عمل کرکے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے کام کرسکتا ہے، اور ممنوع کاموں سے بچ سکتا ہے، ایسے شخص کا کتنا بڑا رتبہ ہے!۔ دوسری طرف ایک متعلّم ہے، جس نے ابھی علم کی طلب وتحصیل شروع کی ہے، اس کو جائز ناجائز، حلال وحرام کے بارے میں معلوم نہیں، لیکن وہ یہ چیزیں جاننے اور ان کا علم حاصل کرنے میں لگا ہوا ہے، طلبِ علم کے سلسلہ میں مقدور بھر کوشش کررہا ہے، مشقت وتکلیف برداشت کررہا ہے، وہ اس بات کا علم حاصل کرنے میں سرگرداں ہے کہ کون سی باتوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے، رب تعالیٰ نے کن باتوں کا حکم دیا ہے اور کن باتوں سے روکا ہے؟

ان دونوں افراد میں سے ایک بلندی پر ہے، جبکہ دوسرے نے ابھی چلنا سیکھا ہے، بظاہر ان کے درمیان بہت بڑا فرق ہے، لیکن حضرت ابودراداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اجر وثواب کے لحاظ سے دونوں برابر ہیں۔ چنانچہ سنن الدارمی میں آپ رضی اللہ عنہ کا قول مذکور ہے:

''إن العالم والمتعلم في الأجر سواء.''(۵)

ترجمہ: ''عالم اور متعلّم (علم حاصل کرنے والا) دونوں اجروثواب میں برابر ہیں۔''

دنیاوی اعتبار سے اور لوگوں کی نظر میں اگرچہ متعلّم، خصوصاً دینی طالبِ علم کو ناقابلِ التفات سمجھا جاتا ہے، انہیں موجودہ معاشرہ میں قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا، بلکہ ان پر طنز وتشنیع کے نشتر چلائے جاتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بہت بلند رتبہ ہے۔ فی الحال علم نہ ہونے کے باوجود اخلاص کی بدولت علم رکھنے والوں جتنا ثواب ملتا ہے۔

حضرت ابودارداء رضی اللہ عنہ کا طلبہ سے برتاؤ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں اور طلبہ کے ساتھ بہت انوکھا برتاؤ کرتے، ان کا اعزاز واکرام کرتے، انہیں دیکھتے ہی کھل اُٹھتے اور گرم جوشی سے استقبال کرتے تھے، چنانچہ سنن دارمی میں عامر بن ابراہیمؒ سے منقول ہے:

’’كان أبو الدرداء رضي الله عنه، إذا رأى طلبة العلم، قال: ’’ مرحبا بطلبة العلم، وكان يقول: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم أوصى بكم.‘‘(۶)

ترجمہ: ’’حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ جب طالب علموں کو دیکھتے تو فرماتے: علم کے طلب گاروں کو خوش آمدید۔ اور فرماتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے بارے میں (بھلائی کی) وصیت کی تھی۔‘‘

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور طلبہ کی راحت رسانی

طلبہ کرام کا ایک بڑا حق یہ ہے کہ ان کے آرام اور راحت رسانی کا خیال رکھا جائے، حتی الامکان کوشش کر کے انہیں تکالیف اور پریشانیوں سے بچایا جائے، ان کی اذیت کو استاذ خود پر محسوس کرے، اگر کبھی کسی شاگرد کو کوئی تکلیف پہنچے تو اس کے ازالہ کی کوشش کرے۔ اس سلسلے میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا عمل قابلِ تقلید ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

’’أكرم الناس علي جليسي الذي يتخطى رقاب الناس حتى يجلس إلي.‘‘(۷)

ترجمہ: ’’میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ اعزاز و اکرام والا وہ شخص ہے جو لوگوں کی گردنوں کو پھلانگ کر میرے پاس آکر بیٹھتا ہے۔‘‘

یعنی جو حضرات بغرضِ استفادہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مجلس میں آتے، اور ان کے قریب بیٹھنے کی کوشش کرتے؛ تاکہ مکمل طور پر سہولت کے ساتھ حضرت کے درس سے منتفع ہو سکیں، تو ایسے علم کے شائق افراد کے تلامذہ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: وہ سب سے زیادہ قابلِ احترام و اکرام ہیں۔

اسی طرح طلبہ کرام کی راحت رسانی کے سلسلے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بھی اساتذہ کرام کے لیے ہمہ وقت مستحضر رکھنے کے قابل ہے، وہ فرماتے ہیں:

’’لو استطعت ألا يقع الذباب عليه لفعلت، وفي رواية: إن الذباب ليقع عليه فيؤذيني.‘‘(۸)

ترجمہ: ’’اگر مجھے قدرت ہوتی کہ متعلّم پر مکھی نہ بیٹھے تو مکھی نہ بیٹھنے دیتا، اور ایک روایت میں ہے: بلاشبہ مکھی اس پر بیٹھتی ہے، مگر تکلیف مجھے ہوتی ہے۔‘‘

سبحان اللہ! متعلمین اور طلبہ کا اتنا خیال کہ ان کی ادنیٰ درجہ کی تکلیف بھی اپنے آپ پر محسوس کرنا۔ آج کل کے حضرات مدرسین کے لیے یہ لمحۂ فکر ہے کہ کیا ان میں یہ صفت پائی جاتی ہے؟ کیا وہ اپنے تلامذہ کو

آرام پہنچانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں؟ کیا اپنے شاگردوں کی تکالیف دور کرنے، اور ان کی پریشانیوں کے خاتمہ کے لیے کوئی اقدام کرتے ہیں؟

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور طلبہ کے آرام کا خیال

امیر المؤمنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ کے اسمِ گرامی سے شاید ہی کوئی نا آشنا ہو، آپ کی صحیح بخاری کو تمام کتبِ احادیث میں منفرد اور اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے مستفیدین اور شاگردوں کے آرام کا بہت خیال رکھتے تھے، اپنے کام خود سرانجام دیتے تھے، چاہے اس کے لیے کتنی ہی مشقت برداشت کرنی پڑے، چنانچہ ان کے ایک شاگرد محمد بن ابی حاتم وراقؒ (جو امام بخاریؒ کے کاتب بھی تھے) کا بیان ہے کہ ایک دفعہ سفر میں ہم ساتھ تھے، تو میں امام بخاریؒ کو دیکھتا کہ وہ بسا اوقات رات کو پندرہ بیس مرتبہ اُٹھتے اور اپنے ہاتھ سے چراغ جلا کر احادیث کی تخریج کرتے، لیکن مجھے نہیں اُٹھاتے تھے۔ میں نے ان سے عرض کیا: ''إنك تحمل على نفسك كل هٰذا ولا توقظني؟'' یعنی ''آپ یہ سب مشقت اپنی ذات پر برداشت کرتے ہیں، مجھے کیوں نہیں اُٹھاتے؟'' اس پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا جواب دیا جس سے واضح ہوتا کہ ان کے ہاں دوسروں کی راحت، بالخصوص طلبہ کے آرام کا کتنا خیال رکھا جاتا تھا، چنانچہ انہوں نے فرمایا:

''أنت شاب فلا أحب أن أفسد عليك نومك.''(۹)

ترجمہ: ''تم جوان آدمی ہو، مجھے اچھا نہیں لگتا کہ تمہاری نیند خراب کروں۔''

طلبہ کا اکرام کرنا

طلبہ کرام کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ موقع ومحل کے حساب سے ان کا اعزاز واکرام کیا جائے، ان کی ضروریات کا خیال رکھا جائے، اور اگر ممکن ہو تو ان کے ساتھ مالی تعاون کیا جائے، اور حسبِ وسعت ان کا اکرام کیا جائے۔ اگر ہم اپنے اکابرین (جن کے ہم نام لیوا ہیں) کی سوانح حیات کا مطالعہ کریں اور ان کی تدریسی زندگی کا جائزہ لیں تو ہم پر واضح ہوگا کہ وہ خوش دلی سے اپنے طلبہ اور شاگردوں کا اکرام کرتے اور بوقتِ حاجت ان کی مالی مدد کرتے تھے، چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے:

''كان أبو حنيفة أكرم الناس مجالسة وأشدهم إكرامًا لأصحابه.''(۱۰)

ترجمہ: ''امام ابوحنیفہؒ ہم نشینی کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے اکرام والے تھے، اور اپنے ساتھیوں وتلامذہ کا بہت زیادہ اکرام کرتے تھے۔''

اسی طرح ان کے تلمیذ رشید امام محمدؒ میں بھی یہ عمدہ وصف نمایاں طور پر پایا جاتا تھا، جس کی وضاحت درجِ ذیل دوواقعات سے بخوبی ہوتی ہے:

۱-ایک مرتبہ امام محمدؒ کے مشہور شاگرد اسد بن فرات اپنے استاذ کے درس میں شریک تھے کہ اتنے میں ایک سبیل کا پانی تقسیم کرنے والا آواز لگاتا ہوا آیا، یہ دوڑ کر وہاں گئے اور پانی پیا، جب واپس آئے تو امام محمدؒ نے انہیں اس پر تنبیہ کی، اس پر انہوں نے بتایا کہ وہ مسافر ہیں، لہٰذا پیاس کی وجہ سے انہیں سبیل کا پانی پینا پڑا، پھر وہ فرماتے ہیں:

’’ثم انصرفت فلما كان عند الليل إذا أنا بإنسان يدق الباب، فخرجت إليه، فإذا خادم محمد بن الحسن فقال: مولاي يقرأ عليك السلام و يقول لك: ماعلمت أنك ابن سبيل إلا في يومي، فخذ هٰذه النفقة فاستعن بها على حاجتك. ثم دفع إلي صرة ثقيلة، فقلت في نفسي: هٰذه كلها دراهم، ففرحت بها، فلما دخلت منزلي فتحتها، فإذا فيها ثمانون ديناراً.‘‘(۱۱)

ترجمہ: ’’میں واپس لوٹا، جب رات کا وقت ہوا تو ایک شخص دروازہ کھٹکھٹانے لگا، میں نے باہر نکل کر دیکھا تو وہ امام محمدؒ کا خادم تھا، اور کہہ رہا تھا کہ میرے مالک نے آپ کو سلام کیا ہے، اور کہا ہے کہ مجھے یہ بات آج ہی معلوم ہوئی ہے کہ آپ مسافر ہیں، لہٰذا یہ کچھ نفقہ لیجیے، اور اس کے ذریعے اپنی ضروریات پوری کرنے میں مدد حاصل کیجیے، پھر اس نے ایک بھاری تھیلی مجھے دی، میں نے دل میں کہا کہ یہ سب درہم ہوں گے، لہٰذا میں خوش ہوا، جب گھر جا کر میں نے اُسے کھولا تو اس میں اسی (۸۰) دینار تھے۔‘‘

۲-امام محمدؒ کے امام شافعیؒ کے ساتھ مالی تعاون کرنے کے بارے میں ابوعبیدؒ کہتے ہیں:

’’رأيت الشافعي عند محمد بن الحسن وقد دفع إليه خمسين دينارًا وقد كان دفع إليه قبل هٰذا خمسين درهماً.‘‘(۱۲)

ترجمہ: ’’میں نے امام شافعیؒ کو امام محمدؒ کے پاس دیکھا تھا، امام محمدؒ نے انہیں پچاس دینار دیے تھے، اور اس سے پہلے بھی انہوں نے پچاس درہم دیے تھے۔‘‘

طلبہ کی گرفت اور تادیبی کارروائی

طلبہ کرام کے حقوق میں یہ بھی داخل ہے کہ اگر کسی طالبِ علم سے کوئی غلطی صادر ہو، وہ درس کو

سنجیدگی سے نہ لے رہا ہو، ساتھیوں کو تنگ کر رہا ہو، یا تحصیلِ علم کے منافی دوسرے کاموں میں مشغول ہو تو ایسی صورت میں حسبِ مصلحت شریعت کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے اس کو سزا دی جائے۔ غلطیوں اور کوتاہیوں کے باوجود سزا نہ دینا، اور چشم پوشی وتسامح سے کام لینا طالبِ علم کے ساتھ خیرخواہی نہیں، بلکہ اس کے لیے نقصان دہ ہے۔

سزا دینے کے لیے یہ لازم نہیں ہے کہ مار کٹائی کی جائے، تیز وتند جملے کسے جائیں، بلکہ ناراضگی کا اظہار کرنا، سخت الفاظ میں تنبیہ کرنا، وغیرہ بھی کافی ہوسکتا ہے۔ حقیقی طالبِ علم فوراً متنبّہ ہوجائے گا، اور اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوجائے گا۔ اور یہی طرز ہمارے اکابرین کا رہا ہے، چنانچہ مشہور ومعروف محدث عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کی مجلسِ درس میں ایک طالب علم دورانِ درس ہنسا، انہوں نے ہنسنے والے کے بارے میں پوچھا تو دوسرے طالب علموں نے اشارہ کر کے بتایا کہ یہ ہنسا ہے، اس پر علامہ عبدالرحمٰن بن مہدیؒ نے فرمایا:

''تطلب العلم وأنت تضحك، لا حدثتكم شهراً.''(۱۳)

ترجمہ: ''علم طلب کر رہے ہو اور ہنس بھی رہے ہو، میں ایک مہینہ تم سے حدیث بیان نہیں کروں گا۔''

شاگرد کو غلطی پر سزا دینے سے متعلق ایک دوسرا قصہ یہ ہے کہ مشہور محدث سفیان بن عیینہؒ ایک مرتبہ احادیث کا درس دے رہے تھے، درمیان میں ایک آدمی نے کسی حدیث کے بارے میں ان سے کہا: ''هٰذا الحديث معاد'' یعنی یہ حدیث دوبارہ دہرائی گئی ہے، یہ بات حضرت ابن عیینہؒ کو ناگوار لگی تو انہوں نے فرمایا:

''والله لا حدثتكم كذا وكذا أتقول لحديث رسول الله معاد؟''(۱۴)

ترجمہ: ''اللہ کی قسم! میں تم سے اتنا وقت احادیث بیان نہیں کروں گا، تم رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے بارے میں کہہ رہے ہو کہ وہ دہرائی گئی ہے؟''

ان کا مقصد تھا کہ نبی کریم ﷺ کی احادیثِ مبارکہ جتنی بار سنائی جائیں، انہیں شوق ورغبت سے سنا جائے، بوجھ نہ سمجھا جائے، نہ یہ کہ جب دوسری بار سنائی جائے تو دوبارہ دہرائے جانے کی شکایت شروع کردی جائے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اساتذہ کرام کو چاہیے کہ وہ شفقت واپنائیت اور عزت واکرام کے ساتھ طلبہ کرام کو پڑھائیں، اور ان کے ساتھ اپنی اولاد کی طرح معاملہ کریں، بے جا تشدد اور مار کٹائی سے اجتناب کرتے ہوئے کارِ نبوت کو انجام دیں۔

حواشی وحوالہ جات

١- سنن ابن ماجة، (٨٣/ ١)، باب في فضل العلماء والحث على طلب العلم، الناشر: دار الفكر، بيروت

٢- سنن أبي داود، (٧/ ١)، كتاب الطهارة، باب كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة، الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت

٣- سنن ابن ماجة، (١١٤/ ١)، كتاب الطهارة، باب الاستنجاء بالحجارة، الناشر: دار الفكر، بيروت

٤- سنن الترمذي، (٣٠/ ٥)، كتاب العلم، باب ما جاء في الاستيصاء بمن يطلب العلم، رقم الحديث:٢٦٥١، الناشر: دار إحياء التراث العربي- بيروت

٥- سنن الدارمي، (٣٥٣/ ١)، باب في فضل العلم والعلماء، رقم الحديث: ٣٣٧

٦- سنن الدارمي، (٣٦٥/ ١)، باب في فضل العلم والعالم، رقم الحديث: ٣٦٠

٧- روضة العقلاء ونزهة الفضلاء لأبي حاتم الرازي، (ص: ١١٧)، ذكر الحث على زيارة الإخوان وإكرامهم، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت

٨- موسوعة الأخلاق والزهد والرقائق لياسر عبد الرحمن، (٢٤٧/ ٢)، الناشر: مؤسسة اقرأ للنشر- القاهرة، ط: ١٤٢٨هـ- ٢٠٠٧م

٩- تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمزي، (٤٤٨/ ٢٤)، الناشر: مؤسسة الرسالة- بيروت، ط: ١٤١٣هـ- ١٩٩٢م

١٠- تذكرة السامع والمتكلم لابن جماعة، (ص: ٨٤)، الباب الثانى، الفصل الثالث، الناشر: دار البشائر الإسلامية، بيروت

١١- رياض النفوس لأبي بكر المالكي، (٢٥٨/ ١)، الناشر: دار الغرب الإسلامي، بيروت- ط:١٤١٤هـ/ ١٩٩٤م

١٢- تاريخ دمشق لابن عساكر، (٢٩٦/ ٥١)، الناشر: دار الفكر- بيروت، ١٤١٥هـ/ ١٨٨٥م

١٣- الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع للخطيب البغدادي، (١٩٣/ ١)، توقير مجلس الحديث، الناشر: مكتبة المعارف، الرياض

١٤- الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع للخطيب البغدادي، (٢١١/ ٢)، كتب الأحاديث المعادة

دعوت میں حکمت وبصیرت

مولانا محمد راشد شفیع
فاضلِ جامعہ

قرآن کریم کا اُسلوب اور موجودہ ضرورت

دعوتِ دین دراصل انبیاء کرام علیہم السلام کا وہ مقدس مشن ہے جس پر امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مامور کیا گیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا بنیادی مقصد یہی تھا کہ انسانوں کو رب کی پہچان کرائی جائے، بندوں کو بندگی کی طرف بلایا جائے، اور باطل کے اندھیروں میں بھٹکنے والی انسانیت کو حق کے نور تک پہنچایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس اُمتِ محمدیہ کو امتِ دعوت بنا کر بھیجا اور اس کا خاص وصف یہ قرار دیا کہ وہ انسانیت کو صراطِ مستقیم کی طرف بلائے، چنانچہ ارشاد ہوا: ’’کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ‘‘، ’’تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے لیے برپا کی گئی ہو، تم بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو۔‘‘ نیز فرمایا: ’’وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ‘‘ اور اسی طرح ہم نے تم کو درمیانی و معیاری اُمت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ ہوں۔ جب اس کو یہ منصب دیا گیا ہے تو اس کا فرض بنتا ہے کہ اس منصب کا حق ادا کرے۔ قرآنِ کریم نے دعوت کو صرف ایک ذمہ داری نہیں، بلکہ ایک فریضۂ نبوت قرار دیا ہے:

’’يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ‘‘ (المائدہ:٦٧)

یعنی: ’’اے رسول! پہنچا دیجیے وہ جو آپ پر آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔‘‘

دعوت کا یہ فریضہ قیامت تک جاری ہے، مگر افسوس کہ وقت کے تغیر کے ساتھ ساتھ اس کی روح کمزور اور اُسلوب میں افراط و تفریط در آئی۔ آج کے دور میں جہاں ذرائع ابلاغ نے پیغام رسانی کو آسان کیا ہے، وہیں اس نے اخلاص و حکمت کی روح کو مجروح بھی کیا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منصبِ رسالت کا حق جس اخلاص، صبر، استقامت اور جاں فشانی سے ۲۳ برس کے طویل عرصے میں ادا فرمایا، اس کی مثال پوری

انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ابتدا سے لے کر وصال تک آپ ﷺ کا سب سے بڑا غم، سب سے بڑی فکر اور سب سے اہم مقصد یہی تھا کہ اللہ کا پیغام بندوں تک پوری وضاحت اور محبت کے ساتھ پہنچ جائے۔ شب و روز کی محنت، قربانیوں، اذیتوں اور تکلیفوں کے باوجود آپ ﷺ کی توجہ کا مرکز یہی فریضۂ تبلیغ رہا۔ آپ ﷺ نے امت کو نہ صرف دین کے بڑے بڑے اصول سکھائے، بلکہ زندگی کے معمولی سے معمولی آداب بھی تعلیم فرمائے۔ عبادت و معاملات سے لے کر حکومت و سیاست کے اُمور تک، اور طہارت و نظافت کے طریقوں سے لے کر انسانی تعلقات کے آداب تک کوئی گوشہ ایسا نہیں جس میں آپ ﷺ نے اُمت کو ہدایت نہ دی ہو۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہارے لیے باپ کی مانند ہوں، تمہیں ہر چیز سکھاتا ہوں۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء میں جائے تو نہ قبلہ رخ ہو، نہ پیٹھ کرے، اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجا کرے۔ آپ ﷺ نے تین پتھروں یا ڈھیلوں سے استنجا کرنے کا حکم دیا اور گوبر و ہڈی کے استعمال سے منع فرمایا۔ (سنن نسائی، کتاب الطہارۃ)

اسی طرح حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مشرک نے ان سے مذاق کے انداز میں کہا: ''تمہارا نبی تو تمہیں ہر چیز سکھاتا ہے، حتیٰ کہ قضائے حاجت کے آداب بھی؟!'' حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے بڑے فخر سے جواب دیا: ''ہاں! بالکل! ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں یہ بھی سکھایا ہے کہ قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کریں، دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کریں، اور تین پتھروں سے کم پر اکتفا نہ کریں، اور وہ پتھر بھی نہ ہوں جن میں ہڈی یا گوبر ہو۔'' (سنن نسائی، کتاب الطہارۃ)

یہی وہ جامع اور کامل تعلیمات تھیں جن کے ذریعے آپ ﷺ نے ہر طبقے کے انسانوں تک ہدایت پہنچائی، حاکم ہوں یا عوام، عالم ہوں یا عامی، ہر ایک کو اس کے فہم اور ظرف کے مطابق پیغامِ الٰہی دیا۔ پھر وصال سے تقریباً دو ڈھائی مہینے قبل حجۃ الوداع کے موقع پر جب عرفات کے میدان میں ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عظیم اجتماع موجود تھا، تو آپ ﷺ نے رسالت کی ذمہ داری پوری کرنے کی شہادت خود اُمت سے لی، آسمان کی طرف انگلی اُٹھا کر تین مرتبہ فرمایا: ''اللّٰھم اشھد'' اے اللہ! تو گواہ رہنا کہ میں نے تیرا پیغام تیرے بندوں تک پہنچا دیا۔'' (صحیح مسلم، کتاب الحج)

قرآنِ مجید کا دعوتی اُسلوب

قرآنِ حکیم نے دعوت کے لیے جو بنیاد مقرر کی، وہ ہے:

''اُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ'' (النحل:۱۲۵)

ترجمہ: ''آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعے سے بلائیے

اور (اگر بحث آن پڑے تو) ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجیے (کہ اس میں شدت و خشونت نہ ہو)۔''

یہ آیتِ مبارکہ دراصل دعوت کا جامع منشور ہے جس میں تین اصول بیان کیے گئے:

❶ -حکمت کے ساتھ دعوت

''حکمت'' کا مطلب صرف علم نہیں، بلکہ موقع، مزاج، اور عقلِ سلیم کے مطابق بات پہنچانا ہے۔ حکمت یہ ہے کہ داعی مخاطَب کی سطح، نفسیات اور حالات کو سمجھ کر بات کرے۔ رسولِ اکرم ﷺ کی سیرت اس حکیمانہ دعوت کی روشن مثال ہے، کبھی نرمی، کبھی خاموشی، کبھی مسکراہٹ، اور کبھی سختی ہر موقع پر حکمت غالب نظر آتی ہے۔

❷ -موعظۂ حسنہ (خیرخواہانہ نصیحت)

دعوت کا دوسرا رکن ''موعظۂ حسنہ'' ہے، یعنی نرمی، محبت، اور خیرخواہی کے جذبے سے بات کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو بھی فرعون جیسے متکبر سے گفتگو کے لیے فرمایا:

''فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى'' (طٰہٰ:۴۴)

ترجمہ: ''پھر اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا، شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈر جائے۔''

❸ -خوبصورت مکالمہ

اگر دلیل و مناقشہ کی نوبت آئے تو وہ بھی شائستگی اور احترام کے ساتھ ہو۔ مقصد جیتنا نہیں، بلکہ حق کو واضح کرنا ہو۔ نبی ﷺ کا یہ اُسلوب مخالفین کے دلوں پر بھی اثر چھوڑ جاتا تھا۔

دعوت میں بصیرت کی ضرورت

دعوت کے لیے علم کے ساتھ بصیرت ناگزیر ہے۔ قرآن نے فرمایا:

''قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ'' (یوسف:۱۰۸)

ترجمہ: ''آپ فرما دیجیے کہ یہ میرا طریق ہے، میں (لوگوں کو توحید) خدا کی طرف اس طور پر بلاتا ہوں کہ میں دلیل پر قائم ہوں۔''

بصیرت کا مطلب ہے: حالات، ماحول، اور فتن کی گہری سمجھ بوجھ۔ آج کے داعی کو صرف شرعی دلائل پر عبور کافی نہیں، بلکہ اس کے ساتھ عصرِ حاضر کی ذہنیت، نوجوان نسل کی نفسیات، اور میڈیا کے اثرات سے آگاہی بھی ضروری ہے۔ داعی اگر بصیرت سے محروم ہو تو وہ یا تو شدت میں مبتلا ہو جاتا ہے یا بے جا نرمی میں بہہ جاتا

ہے۔ نبی ﷺ نے ہمیشہ درمیانی راہ اختیار فرمائی، نہ دل آزاری، نہ حق پوشی، یہی بصیرت کا کمال ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی ﷺ کو پیدائش ہی سے نہایت نرم مزاج، شفیق اور ہمدرد بنایا تھا۔ آپ ﷺ لوگوں کی تکالیف پر بے حد رِقت محسوس کرتے، صبر و برداشت کی اعلیٰ مثال تھے، اور دشمنوں کے ساتھ بھی حلم و اخلاق سے پیش آتے تھے۔ زندگی بھر آپ ﷺ نے کسی کے ساتھ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیا۔

قرآن کریم (سورۃ التوبۃ: ۱۲۸) میں آپ ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کی تعریف یوں کی گئی ہے:

''تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آیا ہے، تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اسے بہت شاق گزرتی ہے، وہ تمہاری بھلائی کا خواہاں ہے، اور مومنوں کے ساتھ نہایت مہربان اور شفیق ہے۔''

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فطری طور پر اعلیٰ اخلاق، بے مثال صبر اور غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا تھا، مگر پھر بھی آپ کو حکم دیا گیا کہ دین کی دعوت حکمت، دانائی اور بصیرت کے ساتھ دیجیے، اور اگر کسی وقت گفتگو یا مناقشہ کی نوبت آئے تو حسنِ اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیے۔ آخر میں آپ ﷺ کی تسلی کے لیے فرمایا کہ آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ کون ہدایت یافتہ ہے اور کون راہِ حق سے بھٹکا ہوا۔ حکمت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ دعوت و نصیحت کے وقت موقع و محل، مخاطب کی فکری سطح، اور سننے کی آمادگی کا لحاظ رکھا جائے۔ خصوصاً مسلمانوں کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے اس بات کا خیال رہنا چاہیے کہ بات دل میں اُترنے والی ہو، اور اس کے انداز میں سنجیدگی، خلوص اور خیر خواہی نمایاں ہو، کیونکہ موعظت وہ نصیحت ہے جو دلوں کو متاثر کرے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ ہمیں وقفے وقفے سے نصیحت فرمایا کرتے، تاکہ ہم اُکتاہٹ محسوس نہ کریں۔ (صحيح البخاري، باب الموعظة ساعة بعد ساعة) ایک اور روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''تم کسی قوم سے ایسی بات نہ کرو جو اُن کی سمجھ سے بالاتر ہو، کیونکہ اس سے ان میں فتنہ پیدا ہوسکتا ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''لوگوں سے وہی بات کرو جو وہ سمجھ سکتے ہیں، کیا تم چاہتے ہو کہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلانے لگیں؟!'' (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب من خص بالعلم قوماً دون قوم)

آج کے دورِ فتن میں دعوت کا یہی سب سے بڑا تقاضا ہے کہ داعی علم و حکمت کے ساتھ بصیرت و شعور سے کام لے، اپنے لہجے میں نرمی اور دل میں خیر خواہی رکھے۔ اگر امتِ مسلمہ نے دوبارہ اسی قرآنی اسلوبِ دعوت کو اختیار کرلیا تو وہ پھر سے انسانیت کے لیے ہدایت و رحمت کا سرچشمہ بن سکتی ہے۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت اُمِ سُلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا

ایک مثالی خاتون!

مفتی محمد سلمان قاسمی
محبوب نگر، انڈیا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی من جملہ خصوصیات میں سے ایک آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں۔ آپ کے تمام صحابہؓ ہدایت کے روشن ستارے اور اخلاق و کردار کے جواہر پارے ہیں۔ اصحابِ رسولؐ کے مناقب بیان کرتے ہوئے عموماً مرد صحابہ کرامؓ کا ہی ذکرِ خیر ہوتا ہے، اور حضراتِ صحابیاتؓ کا تذکرہ کم یا ازواج و بناتِ رسول تک محدود ہوتا ہے، جب کہ کتبِ سیرت میں بعض ایسی صحابیاتؓ کا بھی ذکر ملتا ہے، جن کی زندگی مسلم خواتین کے لیے بہترین نمونہ اور ان کا جذبۂ دینی اور ایمانی غیرت و حمیت ساری اُمت کے لیے لائقِ اُسوہ ہے، انہی بے مثال فائق المرتبت صحابیاتؓ میں سے ایک اُمِ سُلیم بنت ملحان انصاریہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضرت اُمِ سُلیم رضی اللہ عنہا کی زیرکی، فہم و فراست، صبر و تقویٰ، ایمان کے تعلق سے ان کے جذبات، عشقِ رسول کے باب میں ان کے واقعات، اسلام کے تئیں ان کی خدمات اور بحیثیت عورت ان کی سوانح حیات سبھی لائقِ عبرت اور قابلِ تقلید ہیں۔

یہ خادم النبی حضرت انس بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ کی ماں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یا آپ کے والد ماجد کی رضاعی خالہ تھیں، ان کا نام رملہ یا سہلہ؛ لقب رُمیصاء یا غمیصاء اور کنیت و شہرت اُمِ سُلیم بنت ملحان ہے، مدینہ میں اوائلِ اسلام میں مسلمان ہوئیں، جب ان کے شوہر ابوانس (مالک) کو پتہ چلا تو پوچھا: ’’کیا تم نے اپنا دین چھوڑ دیا؟ اُنہوں نے فرمایا: نہیں، میں نے اپنا دین نہیں چھوڑا، بلکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائی ہوں، پھر وہ اپنے بیٹے انسؓ کو کلمہ سکھاتی تھیں: بیٹے! کہو: لا إله إلا الله، کہو: أشهد أن محمدًا رسول الله. جب انسؓ یہ کہتے تو ان کے والد غصے سے کہتے: میرے بیٹے کو مت بگاڑو! تو اُمِ سُلیمؓ فرماتیں:

میں اُسے بگاڑ نہیں رہی، بلکہ سنوار رہی ہوں۔ (نسائی شریف)

اُن کے پہلے شوہر مالک چونکہ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہنا چاہتے تھے اور حضرت اُم سُلیم رضی اللہ عنہا تبدیلیِ مذہب پر اصرار کرتی تھیں، اس لیے دونوں میں کشیدگی ہوئی اور مالک ناراض ہوکر شام چلے گئے اور وہیں انتقال ہوا، جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ (جو اس وقت مشرک تھے) نے ان سے نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے انکار کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ابوطلحہ نے کہا: میں تم سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ اُمِ سُلیمؓ بولیں: میں ایمان لا چکی ہوں، اگر تم اسلام لے آؤ تو میں تم سے شادی کرلوں گی۔ ابوطلحہ نے کہا: میں بھی تمہارے دین پر ہوں، چنانچہ وہ ایمان لائے اور اسلام ہی ان کا مہر قرار پایا؛ ایک اور روایت میں ہے کہ ام سُلیمؓ نے فرمایا: اے ابوطلحہ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے بتوں کو فلاں کا غلام تراشتا ہے؟ اور اگر تم ان پر آگ لگا دو تو جل جائیں گے؟ یہ بات ان کے دل میں اثر کرگئی، وہ واپس لوٹے، پھر آئے اور کہا: میں نے تمہاری دعوت قبول کرلی ہے؛ یوں ان کا مہر اسلام قرار پایا۔ (نسائی وطبقات ابن سعد)

اس عظیم عورت کا جذبہ تو دیکھیں کہ پہلے شوہر سے کشیدگی ہوئی ایمان کے نہ ہونے کی بنیاد پر اور دوسرے شوہر سے بیاہ کیا ایمان ہی کو مہر بنا کر، اس واقعے سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کے دل میں ایمان کی کس قدر عظمت تھی!!

ایک سمجھدار وصاحبِ فراست ماں

بحیثیت ماں حضرت ام سُلیمؓ کا کردار دیکھیں کہ نبی علیہ السلام کے مدینہ تشریف لاتے ہی فوراً اپنے لختِ جگر حضرت انسؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے پیش کردیا۔ (بخاری ومسند احمد)

تاریخ نگاران کی اس فراست کی خوب تعریف کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے لڑکے کے بہتر مستقبل اور اس کی دینی و دنیاوی سعادت مندی کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے حوالہ کردیا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کس قدر خوش قسمت تھے کہ ان کو دس سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت وخدمت اور آپ کی برکات سے مستفیض ہونے کا موقع عنایت ہوا، یہ ان کے ماں کی دور رسی تھی جنہوں نے یہ اقدام کیا۔ ایک بیٹے کے لیے اپنی ماں کی طرف سے خدمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا موقع فراہم کرنے سے قیمتی اور کیا تحفہ ہوسکتا ہے؟!

اسی کی برکت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی روایات نقل کی ہیں، آج کل کی عورتوں کو حضرت اُمِ سُلیم رضی اللہ عنہا کی اس پیش رفت سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ وہ بھی اپنی اولاد کے حسنِ

عاقبت کی فکر کریں، اور اولاد کی دنیوی ترقی کے لیے ہی ان کے جذبات کارفرما ہوں۔

حضرت اُمِ سُلیم رضی اللہ عنہا کا عشقِ رسول

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ لگاؤ کا ایک واقعہ تو یہی ہے کہ اپنے جگر گوشہ کو آپ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا، اس کے علاوہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو انوکھا لگاؤ تھا۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُمِ سُلیمؓ کے گھر تشریف لائے اور ایک مَشکیزے سے پانی پیا، حضرت اُمِ سُلیمؓ نے مَشکیزے کے اُس حصے کو کاٹ کر بطورِ تبرک اپنے پاس رکھ لیا جس حصّے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیا تھا۔ (مسند احمد)

اسی تعلق کا نتیجہ تھا کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے گھر تشریف لاتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پسینہ آتا تھا تو آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ جمع کر لیتیں اور اسے خوشبو میں ڈال لیتی تھیں، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو ارشاد فرمایا: اے اُمِ سُلیم! یہ تم کیا کر رہی ہو؟ عرض کیا: حُضور! یہ آپ کا پسینہ ہے جسے ہم اپنی خوشبو میں ڈال لیتے ہیں، یہ بہترین خوشبو ہے۔ (صحیح مسلم) ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم اس کی برکت کی اپنے بچّوں کے لیے اُمید کرتے ہیں، فرمایا: تم ٹھیک کرتی ہو، چنانچہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے وصیت کی کہ ان کے حَنُوْط میں اس خوشبو کو ملایا جائے، لہٰذا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق ان کے حَنُوْط میں اس خوشبو کو ملا دیا گیا۔

پیکرِ صبر حضرت ام سُلیمؓ ایک مثالی بیوی

بخاری شریف وغیرہ میں ان کا ایک بہت ہی نصیحت آموز اور عبرت خیز واقعہ مذکور ہے کہ ام سُلیمؓ کا ایک بچہ بیمار تھا، جب ان کے شوہر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ صبح کو اپنے کام دھندے کے لیے باہر جانے لگے تو اس بچہ کا سانس بہت زور زور سے چل رہا تھا، ابھی ابوطلحہؓ مکان پر نہیں آئے تھے کہ بچہ کا انتقال ہو گیا، اُمِ سُلیم نے سوچا کہ دن بھر کے تھکے ماندے میرے شوہر مکان پر آئیں گے اور بچے کے انتقال کی خبر سنیں گے تو نہ کھانا کھا سکیں گے، نہ چین سے آرام کر سکیں گے، اس لیے انھوں نے بچے کی نعش کو ایک الگ کمرے میں لٹا دیا اور خود روزانہ کی طرح کھانا پکایا، پھر خوب اچھی طرح بناؤ سنگار کر کے شوہر کے آنے کا انتظار کرنے لگیں، جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رات کو گھر آئے تو پوچھا کہ بچے کا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اب اس کا سانس ٹھہر گیا ہے، ابوطلحہؓ مطمئن ہو گئے اور انھوں نے یہ سمجھا کہ سانس کا کھنچاؤ تھم گیا ہے، پھر فوراً ہی کھانا سامنے آ گیا اور انھوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا، پھر بیوی کے بناؤ سنگار کو دیکھ کر بیوی سے صحبت بھی کی، جب سب کاموں سے فارغ ہو کر بالکل ہی مطمئن ہو گئے تو ام سُلیمؓ نے کہا کہ: اے میرے پیارے شوہر! مجھے یہ مسئلہ بتائیں کہ اگر ہمارے پاس کسی کی کوئی امانت ہو اور وہ اپنی امانت ہم سے لے لے تو کیا ہم کو برا ماننے یا

ناراض ہونے کا کوئی حق ہے؟ ابوطلحہؓ نے فرمایا کہ: ہرگز نہیں! امانت والے کو اس کی امانت خوشی خوشی دے دینی چاہیے، شوہر کا یہ جواب سن کر ام سُلیمؓ نے کہا کہ آج ہمارے گھر میں یہی معاملہ پیش آیا کہ ہمارا بچہ جو ہمارے پاس خدا کی ایک امانت تھا آج خدا نے وہ امانت واپس لے لی اور ہمارا بچہ انتقال کر گیا۔ یہ سن کر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ چونک کر اُٹھ بیٹھے اور حیران ہو کر بولے کہ کیا میرا بچہ انتقال کر گیا؟ بی بی نے کہا کہ جی ہاں! ابوطلحہؓ نے فرمایا کہ: تم نے تو کہا تھا کہ اس کے سانس کا کھنچاؤ تھم گیا ہے۔ بیوی نے کہا کہ جی ہاں مرنے والا کہاں سانس لیتا ہے؟ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بے حد افسوس ہوا کہ ہائے میرے بچے کی لاش گھر میں پڑی رہی اور میں نے پیٹ بھر کھانا کھایا اور صحبت کی۔ بیوی نے اپنا خیال ظاہر کر دیا کہ آپ دن بھر کے تھکے ہوئے گھر آئے تھے، میں فوراً ہی اگر بچے کی موت کا حال کہہ دیتی تو آپ رنج و غم میں ڈوب جاتے، نہ کھانا کھاتے، نہ آرام کرتے، اس لیے میں نے اس خبر کو چھپایا، ابوطلحہؓ صبح کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نمازِ فجر کے لیے گئے اور رات کا پورا ماجرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہؓ کے لیے یہ دعا فرمائی کہ تمہاری رات کی اس صحبت میں اللہ تعالیٰ خیر و برکت عطا فرمائے۔ (صحیح بخاری و مسند احمد) اس دعائے نبوی کا یہ اثر ہوا کہ حضرت اُمِ سُلیم کو دوبارہ حمل ٹھہر گیا اور ایک بچہ پیدا ہوا، جس کا نام عبداللہ رکھا گیا اور ان عبداللہ کے بیٹوں میں بڑے بڑے علماء اور حفاظِ قرآن پیدا ہوئے۔

یہ حضرت رُمیصاء رضی اللہ عنہا کا بحیثیت بیوی ایک مثالی کردار ہے، اولاً تو بیٹے کی وفات پر ان کا ضبطِ غم اور صبر کا غیر معمولی مظاہرہ، پھر ایسے ناقابل برداشت موقع پر بھی شوہر کی راحت و آرام کی فکر کرنا واقعی حضرت ام سُلیمؓ کا ہی حصہ ہے۔

حضرت اُمِ سُلیم رضی اللہ عنہا کی بہادری و جہادی خدمات

غزوات میں حضرت اُمِ سُلیمؓ نے نہایت جوش سے حصہ لیا، صحیح مسلم میں ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُمِ سُلیمؓ اور انصار کی چند عورتوں کو غزوات میں لوگوں کو پانی پلانے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کے لیے ساتھ لے جاتے تھے، غزوۂ اُحد میں جب مسلمانوں کے جمے ہوئے قدم اُکھڑ گئے تھے، وہ نہایت مستعدی سے کام کر رہی تھیں۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمِ سُلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ مشک بھر بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں، مشک خالی ہو جاتے تھے تو پھر جا کر بھر لاتی تھیں؛ سات ہجری میں خیبر کا واقعہ ہوا، اُمِ سُلیمؓ اس میں شریک تھیں؛ غزوۂ حنین میں ایک خنجر اُن کے ہاتھ میں تھا، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اُمِ سُلیم خنجر لی ہوئی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا کرو گی؟ بولیں: اگر کوئی مشرک قریب آئے گا تو اس سے اس کا پیٹ

چاک کردوں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر مسکرا دیے۔ حضرت اُم سُلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ کے جو لوگ فرار ہو گئے ہیں، ان کے قتل کا حکم دیجیے۔ ارشاد ہوا: خدا نے خود اُن کا انتظام کر دیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے کچھ واقعات

پانچ ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، اس موقع پر اُمّ سُلیم نے ایک لگن میں مالیدہ بنا کر انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنا کہ اس حقیر ہدیہ کو قبول فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو اُمّ سُلیم ہی نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سنوارا تھا۔

اسی طرح ایک مرتبہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوکے ہیں، کچھ بھیج دو، حضرت اُم سُلیم رضی اللہ عنہا نے چند روٹیاں ایک کپڑے میں لپیٹ کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر پیش کر دیں، آپ مسجد میں تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی بیٹھے ہوئے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا: ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے تم کو بھیجا ہے؟ بولے: جی ہاں! فرمایا: کھانے کے لیے؟ کہا: ہاں! آپ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لائے، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھبرا گئے اور حضرت اُم سُلیم رضی اللہ عنہا سے کہا: اب کیا کیا جائے؟ کھانا نہایت قلیل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجمع کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔ حضرت اُم سُلیم رضی اللہ عنہا نے نہایت استقلال سے جواب دیا کہ ان باتوں کو خدا اور رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اندر آئے تو حضرت اُم سُلیم رضی اللہ عنہا نے وہی روٹیاں اور سالن سامنے رکھ دیا، خدا کی شان اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز کہ اس مختصر خوراک میں بڑی برکت ہوئی اور سب لوگ کھا کر سیر ہو گئے۔ (تذکرۂ صحابیات رضی اللہ عنہن)

اُمِ سُلیم رضی اللہ عنہا کو جنت کی بشارت

صحیحین کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں جنت میں گیا تو مجھ کو آہٹ معلوم ہوئی، یا فرمایا: پیروں کی آہٹ محسوس کی، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو جواب دیا گیا کہ یہ ام سُلیم بنت ملحان ہے۔ سبحان اللہ! (بخاری و مسلم)

حضرت امِ سُلیم رضی اللہ عنہا کی وفات کا وقت یقینی طور پر معلوم نہیں، لیکن اکثر مؤرخین کے مطابق وہ خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے تک زندہ رہیں۔ مدینہ منورہ میں وفات پائی اور بقیع الغرقد میں مدفون ہوئیں۔ (الاستیعاب)

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

حضرت مولانا عبدالرحیم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت

محمد اعجاز مصطفی

۲۱/ جمادی الاخریٰ ۱۴۴۷ھ مطابق ۱۳/ دسمبر/ ۲۰۲۵ء بروز ہفتہ کو حضرت مولانا عبدالرحیم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (فرزند حضرت خواجہ غلام حبیب نقشبندی مجددیؒ) کی چکوال میں وفات ہوئی، ۲۲/ جمادی الاخریٰ بروز اتوار فیض گاہ نقشبندیہ ملہو آنہ موڑ جھنگ میں آپ کی تدفین ہوئی۔ إنا لله و إنا إليه راجعون ، إن لله ما أخذ وله ما أعطى و كل شيئ عندهٗ بأجل مسمّٰى !

۲۲/ جمادی الاخریٰ/ ۱۴۴۷ھ مطابق ۱۴/ دسمبر/ ۲۰۲۵ء بروز اتوار صبح کے وقت معروف پیرِ طریقت حضرت مولانا حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اس فانی دنیا کی ۷۲ بہاریں گزار کر عالمِ بقا کی طرف روانہ ہوگئے۔ إنا لله و إنا إليه راجعون ، إن لله ما أخذ وله ما أعطى و كل شيئ عندهٗ بأجل مسمّٰى !

آپ حضرت خواجہ غلام حبیب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ اگلے روز بروز پیر کو آپ کی نمازِ جنازہ ہوئی اور اپنے ادارہ جامعہ معہد الفقیر الاسلامی، جھنگ میں تدفین عمل میں آئی۔

اللہ تعالیٰ دونوں حضرات کی تمام حسنات کو قبول فرمائے، اُن کی سیئات کو مبدل بہ حسنات فرمائے، ان کو جنت الفردوس کا مکین بنائے۔ ادارہ بینات ہر دو حضرات کے لواحقین سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق سے نوازے اور ان کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

ادارہ بینات اپنے باتوفیق قارئین سے ہر دو حضرات کے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کی درخواست کرتا ہے۔

’’حنیف‘‘ گوہر

مولوی محمد ہانی رفیق
متعلم جامعہ معہد الخلیل الاسلامی، کراچی

آہ! عمِ محترم حضرت مولانا مفتی محمد حنیف عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ

’’امیرِ‘‘ لشکر رخِ منوّر ’’حنیف‘‘ گوہر کہاں سے لائیں
سلیم فطرت عدیم جوہر شفیق رہبر کہاں سے لائیں

بچھڑنے والے کی یاد آئے بہت ستائے تو کیا کریں ہم؟
جدائی کے غم پہ ضبط میرے خدائے برتر! کہاں سے لائیں

جب ان کی صورت مسکراتی چیر ڈالے یہ دل اپنا
دلوں کی دنیا کی اس قیامت کا کوئی منظر کہاں سے لائیں

وہ جن کا ظاہر تمام سنت، وہ جن کا باطن تمام امت
خدا کے بندے اب اپنے ماتھے کا ایسا جُھومر کہاں سے لائیں

لباس سادہ کلام عمدہ بیان شُستہ تفکّر اعلیٰ
تمام پھولوں کی خوشبوؤں کا حسین منظر کہاں سے لائیں

فلک کا تارا کیا کنارا زمیں پہ اشکوں کا بہتا دھارا
مُداوا کردے جو دردِ دل کا وہ مشک و عنبر کہاں سے لائیں

چراغ تو بجھ گیا ہے ہانی! سراغِ منزل کا کیا بنے گا؟
زمیں میں پتّھر بہت ہیں پر اُن سا لعل جوہر کہاں سے لائیں

سونے چاندی کی ڈیجیٹل ایپلیکیشن
اورڈیجیٹل پریڈکشن کا کاروبار

ادارہ

سوال

❶-سونے (gold) کا کاروبارڈیجیٹل ایپلیکیشن پر کرنا کیسا ہے؟ جس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک تولہ سونا ڈیجیٹل طریقہ پر خریدا، ہمارے اکاؤنٹ سے اس کے پیسے کٹ گئے، اور ہمیں ایک تولہ ڈیجیٹل طور پر ملا، باقاعدہ اس پر قبضہ نہیں ہوتا، اور جب ریٹ اوپر گیا تو ہم نے سیل کردیا، اور جب نیچے آیا تو خریدلیا، اس میں جو منافع ہوگا تو اس کا حکم کیا ہے؟

❷-ایک صورت ڈیجیٹل پریڈکشن (prediction) کی ہے کہ اندازہ لگانا کہ گولڈ کا ریٹ نیچے آئے گا اور وہ نیچے آگیا، مثال کے طور پر گولڈ کا ریٹ ۴۵۰۰۰۰ (چارلاکھ پچاس ہزار) روپے تھا، اور ہم نے پریڈکشن (prediction) کرکے یہ کہا کہ ۴۳۰۰۰۰ (چارلاکھ تیس ہزار) روپے کا ہوجائے گا، اور وہ ہوگیا تو اس میں جو منافع ہوگا وہ ۲۰۰۰۰ (بیس ہزار) روپے ہوگا، اور اگر وہ ۴۴۰۰۰۰ (چارلاکھ چالیس ہزار) روپے کا ہوکر اوپر چلا جائے تو ہمیں (lose) یعنی غلط اندازے کا نقصان دینا ہوگا، مثلاً پریڈکشن (prediction) ۴۳۰۰۰۰ (چارلاکھ تیس ہزارروپے) تھی، اور صحیح نہ ہونے پر گولڈ کا ریٹ ۴۴۰۰۰۰ (چارلاکھ چالیس ہزار) روپے سے اوپر چلا گیا، تو نقصان (lose) ۱۰۰۰۰ روپے ہوگا، تو کیا یہ صورت جائز ہے؟

جواب

❶-سونا چاندی یا نقدی کی آن لائن ڈیجیٹل ایپلیکیشن کے ذریعے خرید وفروخت کی مروج تمام

صورتیں ناجائز سود پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہیں؛ کیوں کہ سونا و چاندی یا نقدی کی خرید وفروخت میں عاقدین کا ایک مجلس میں ہونا اور عوضین پر اسی مجلس میں قبضہ کرنا از روئے حدیث ضروری ہے، جب کہ ڈیجیٹل ایپلیکیشن کے ذریعہ سونا چاندی کی خرید وفروخت کرنے والے ایک مجلس میں نہیں ہوتے۔ اسی طرح سونا خریدنے والا سونے پر حسی طور پر قبضہ بھی نہیں کرتا، خریداری کی صورت میں فقط اس کے اکاؤنٹ میں ظاہر کردیا جاتا ہے۔

❷- ڈیجیٹل پریڈکشن کی ذکر کردہ صورت خالص جوئے کی ہے، جس میں انسان اپنے تجربہ کی بنیاد پر قیمت بڑھنے یا گھٹنے کے بارے میں پیشن گوئی کرتا ہے، پیشن گوئی درست ہونے کی صورت میں منافع ملتا ہے، اور نادرست ہونے کی صورت میں نقصان اُٹھانا پڑتا ہے، لہٰذا اس طریق پر کمائی کرنا بھی حرام ہے۔

فتاویٰ شامی میں ہے:

’’(هو) لغةً الزيادة. وشرعًا (بيع الثمن بالثمن) أي ما خلق للثمنية ومنه المصوغ (جنسا بجنس أو بغير جنس) كذهب بفضة (و يشترط) عدم التأجيل والخيار و (التماثل) أي التساوي وزنا (والتقابض) بالبراجم لابالتخلية (قبل الافتراق) وهو شرط بقائه صحيحا على الصحيح (إن اتحد جنسا وإن) وصلية (اختلفا جودة وصياغة) لما مر في الربا (وإلا) بأن لم يتجانسا ... (قوله: قبل الافتراق) أي افتراق المتعاقدين بأبدانهما، والتقييد بالعاقدين يعم المالكين والنائبين، وتقييد الفرقة بالأبدان يفيد عموم اعتبار المجلس، ومن ثم قالوا إنه لا يبطل بما يدل على الإعراض، ولو سارا فرسخا ولم يتفرقا، وقد اعتبروا المجلس في مسألة هي ما لو قال الأب اشهدوا أني اشتريت الدينار من ابني الصغير بعشرة دراهم، ثم قام قبل أن يزن العشرة فهو باطل كذا عن محمد؛ لأنه لا يمكن اعتبار التفرق بالأبدان نهر. و في البحر: لو نادى أحدهما صاحبهُ من وراء جدار أو من بعيد لم يجز؛ لأنهما مفترقان بأبدانهما.‘‘ (كتاب البيوع، باب الصرف:٢٥٨/ ٥، ط: سعيد)

وفيه أيضا:

’’القمار من القمر الذي يزداد تارة و ينقص أخرى، وسمي القمار قمارا لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه، ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص.‘‘ (كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع:٤٠٣/ ٦، ط: سعيد)

فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر:144705101589 دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

..... ❀ ..... ❀ ..... ❀ .....

نقد و نظر

ادارہ

آثار السنن مع التعلیق الحسن و تعلیق التعلیق

مؤلف: مولانا ظہیر احسن نیموی رحمۃ اللہ علیہ۔ صفحات: ۲۸۸۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: مکتبۃ البشریٰ ویلفیئر اینڈ ایجوکیشنل ٹرسٹ، کراچی۔ رابطہ نمبر: 02135121955

علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ کی معروف کتاب ’’آثار السنن‘‘ درسِ نظامی میں شاملِ نصاب ہے، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ’’بلوغ المرام‘‘ کے اسلوب پر احادیثِ احکام کے موضوع سے متعلق اہم کتابوں میں سے ہے۔ اس کتاب میں فقہاء حنفیہ کے مستدلات یکجا کیے گئے ہیں، اور فقہ حنفی کے بارے میں ترکِ حدیث کے اتہام کو زائل کیا گیا ہے۔ افسوس کہ یہ کتاب ’’أبواب الطهارة‘‘ سے ’’أبواب الجنائز‘‘ کے آخر تک تالیف ہو سکی تھی کہ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ اس جہانِ فانی سے سفرِ آخرت پر روانہ ہو گئے، اور اس کام کو تشنۂ تکمیل چھوڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ کتاب کے تکملہ کے لیے اسباب پیدا فرمائے، آمین!

’’آثار السنن‘‘ کے مختلف طبعات مارکیٹ میں ہیں، جامعہ علومِ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے شعبہ ’’مجلسِ دعوت و تحقیقِ اسلامی‘‘ نے اس کتاب کا ایک تحقیق و تصحیح شدہ نسخہ شائع کیا ہے، جس میں خود مؤلف کے نسخے اور علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ملکیتی نسخے کی تصحیحات سے بھی مدد لی گئی ہے، لیکن اس طبع کے مقدمہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ مارکیٹ میں موجود کتاب کے دیگر نسخوں میں اغلاط کی کثرت ہے۔ پیشِ نظر نسخہ مکتبۃ البشریٰ کا شائع کردہ ہے، اور اس کا سنِ طباعت ۱۴۴۶ھ/ ۲۰۲۵ء ہے۔ یہ نسخہ بھی تحقیق و تصحیح شدہ ہے، اور ناشر کے مطابق اس کی تیاری میں دیگر نسخوں کے ساتھ ساتھ ’’مجلسِ دعوت و تحقیقِ اسلامی‘‘ کے طبع کردہ نسخے سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ اس طبع کی خصوصیات درجِ ذیل ہیں:

① ۔مکمل احادیث پر اعراب کا اہتمام کیا گیا ہے۔

② ۔تحقیقی کاموں میں سہولت کے لیے ترقیمِ احادیث میں مکمل کتاب کی احادیث کے رقمِ

مسلسل کے ساتھ ہر باب کی احادیث پر مستقل نمبر بھی لگائے گئے ہیں۔
③-کتاب کے ضمن میں درج کتب اور ابواب کی بھی ترقیم کی گئی ہے۔
④-عنوانات اور احادیث کے نمبروں کو سرخ رنگ کے ذریعہ ممتاز کیا گیا ہے۔
⑤-قواعدِ املاء اور علاماتِ ترقیم کا اہتمام کیا گیا ہے۔
⑥-کتاب کے گزشتہ طبعات میں موجود غلطیوں کی تصحیح کی رعایت رکھی گئی ہے۔
⑦-کتاب کا کاغذ اور جلد بندی عمدہ ہے۔

ہماری دانست میں تحقیق وتالیف اور درس وتدریس کے میدانوں میں مکتبۃ البشریٰ کے اس نسخے پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ اُمید ہے کہ اہلِ علم وتحقیق اور طلبۂ علم میں اس نسخے کو تداول حاصل ہوگا۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....